درثمین اردو

پبلشر

خاکسار فخرالدین ملتانی نے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش پرنٹر
چھپواکر قادیان سے شایع کیا



حضرت مسیح موعود و مہدی معہود میرزا غلام احمد قادیانی

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

حضرت اقدس میرزا غلام احمد صاحب قادیانی
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اردو نظموں کا مجموعہ

دُرِّ ثمین اُردو

مع

دُرِّ عدن

خاکسار محمد فخر الدین مہتمم کتاب گھر قادیان

بار سیزدہم

قیمت ۱/۰

قسم اول ۲/۰

فہرست اشعار درّثمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

دُرِّ ثمین اُردُو

حمد باریتعالیٰ

کِسقدر ظاہر ہے نُور اُس مبدأ الانوار کا
بَن رہا ہے سارا عالم آئنہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کُچھ کُچھ تھا نشاں اسمیں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حُسن کا دِل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کُچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جسطرف دیکھیں وُہی رَہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا

تُو نے خود رُوحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تُو نے ہر اِک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کَون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کِس سے کُھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

خوبرُوؤں میں ملاحت ہے ترے اس حُسن کی
ہر گُل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دِکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

ہونکے اندھونکو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کے لیئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

قرآن کریم کی شان و توحید باریتعالیٰ

جمالِ و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اسکی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

ملائک جسکی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اُسکے ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُسپہ آساں ہے

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

اگر اقرار ہے تمکو خدا کی ذات واحد کا
تو پھر کیوں اسقدر دلمیں تمہارے شرکِ پنہاں ہے

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ۱۹۰۵ء)

نُورِ فرقاں

نُورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اسمیں مہیّا نکلا

سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کِس سے اس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وُہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

پہلے سمجھے تھے کہ مُوسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وُہ نُور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا

زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دُنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں ۔۔۔ جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پُتلا نکلا

(براہین احمدیہ صـ ۱۱۴ سنہ ۱۸۸۲ء)

اسلام اور دیگر مذاہب

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ۔۔۔ کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ۔۔۔ یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ۔۔۔ نور ہے نور اُٹھو دیکھو سُنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا ۔۔۔ کوئی دِکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے ۔۔۔ ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند ۔۔۔ ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یُونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں ۔۔۔ وُہ نہیں جاگتے سَو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں سبھی بغضوں میں اور کینوں میں ۔۔۔ باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو! کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔۔۔ لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں ۔۔۔ دل کو اِن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نورِ پیمبرؐ سے ہمیں ۔۔۔ ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت ۔۔۔ اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

ربط ہی جانِ محمدؐ سے میری جاں کو مدام
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم
زعم میں اُنکے مسیحائی کا دعویٰ میرا
کافر و ملحد و دجّال ہمیں کہتے ہیں
گالیاں سُنکے دُعا دیتا ہوں اُن لوگونکو
تیرے مُنہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری اُلفت سے ہی معمور ہر اک ذرّہ
صفِ دشمن کو کیا ہمنے بحجّت پامال
نُور دِکھلا کے ترا سب کو کیا ملزم و خوار
نقشِ ہستی تری اُلفت سی مٹایا ہم نے
تیرا مئےخانہ جو اِک مرجع عالم دیکھا
شانِ حق تیری شمائل میں نظر آتی ہے
چھُو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہی نجات
دلبرا مجھ کو قسم ہی تیری یکتائی کی
بخدا دِل سی مری مٹ گئے غیروں کے نقش
دیکھ کر تجھ کو عجب نُور کا جلوہ دیکھا

دل کو وُہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
لاجرم غیروں سے دِل اپنا چھڑایا ہم نے
جب سی عشق اس کا تہِ دل میں جمایا ہم نے
افترا ہی جسنے از خود ہی بنایا ہم نے
نام کیا کیا غمِ ملّت میں رکھایا ہم نے
رحم ہی جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے
اپنے سینے میں یہ اِک شہر بسایا ہم نے
سیف کا کام قلم سی ہی دِکھایا ہم نے
سب کا دِل آتشِ سوزاں میں جلایا ہم نے
اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اُڑایا ہم نے
خُم کا خُم مُنہ سے بصد حرص لگایا ہم نے
تیرے پانے سی ہی اس ذات کو پایا ہم نے
لاجرم در پہ ترے سر کو جُھکایا ہم نے
آپ کو تیری محبت میں بُھلایا ہم نے
جب سے دِل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
نُور سے تیری شیاطیں کو جلایا ہم نے

ہم ہوئی خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیری بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی مدام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آکے مری پیاری آج
شورِ محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

معرفت الٰہی کے آثار

اے آریہ سماج پھنسو مت عذاب میں
کیوں مبتلا ہو یارو خیالِ خراب میں

اے قوم آریہ ترے دل کو یہ کیا ہوا
تو جاگتی ہے یا تری باتیں ہیں خواب میں

کیا وہ خدا ہے جو تری جاں کا خدا نہیں
ایماں کی بو نہیں تری ایسے جواب میں

گر عاشقوں کی روح نہیں اسکے ہاتھ سے
پھر غیر کے لیئے ہیں وہ کیوں اضطراب میں

گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا
پھر کس نے لکھ دیا ہے وہ دلکی کتاب میں

جس سوز میں ہیں اسکے لیئے عاشقوں کے دل
اتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں

جامِ وصال دیتا ہے اسکو جو مر چکا
کچھ بھی نہیں ہے فرق یہاں شیخ و شاب میں

ملتا ہے وہ اسی کو جو ہے خاک میں ملا
ظاہر کی قیل و قال بھلا کس حساب میں

ہوتا ہے وہ اسی کا جو اس کا ہی ہو گیا
ہے اسکی گود میں جو گرا اس جناب میں

پھولوں کو جا کے دیکھو اسی سے وہ آب ہے
چمکے اسی کا نور مہ و آفتاب[1] میں

[1] اللہ نور السمٰوٰت والارض

خوبوں کے حسن میں بھی اُسی کا وُہ نور ہے — کیا چیز حسن ہے وُہی چمکا حجاب میں
اُسکی طرف ہی ہاتھ ہر اِک تارِ زلف کا — ہجراں سے اُسکے رہتی ہے وُہ پیچ و تاب میں
ہر چشم مست دیکھو اُسی کو دِکھاتی ہے — ہر دِل اُسی کے عشق سے ہے التہاب میں
جن مُورکھوں کو کاموں پہ اسکے یقیں نہیں — پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وُہ سراب میں
قدرت سے اس قدیر کی انکار کرتے ہیں — بکتے ہیں جیسے غرق کوئی ہو شراب میں
لعیں نہیں کہ دیکھیں وُہ اُس پاک ذات کو — ڈرتے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑیں عتاب میں

ہم کو تو اے عزیز! دِکھا اپنا وُہ جمال
کب تک وُہ مُنہ رہیگا حجاب و نقاب میں

محاسن اسلام اور آریوں کی باطنی حالت کا فوٹو

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہُدیٰ یہی ہے — اے سونیوالو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جسنے ہمیں بنایا — اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے
وُہ دِلستاں نہاں ہے کس رہ سے اُسکو دیکھیں — ان مشکلوں کا یارو مشکلکشا یہی ہے
باطن سیہ ہیں جنکے اس دیں سے ہیں وہ منکر — ہاں اے اندھیرے والو دِل کا دیا یہی ہے

دُنیا کی سب دو کانیں ہیں ہم نے دیکھی بھالی
سب خشک ہو گئے ہیں جتنے تھے باغ پہلے
دُنیا میں اس کا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سُورج
جب کُھل گئی سچائی پھر اسکو مان لینا
جو ہو مفید لینا جو بد ہو اس سے بچنا
ملتی ہے بادشاہی اس دیں سے آسمانی
سب دیں ہیں اک فسانہ شرکوں کا آشیانہ
سَو سَو نشاں دکھا کر لاتا ہے وہ بُلا کر
کرتا ہے معجزوں سے وہ یارِ دیں کو تازہ
یہ سب نشاں ہیں جن سے دیں اب تلک ہے تازہ
کس کام کا وہ دیں ہے جسمیں نشاں نہیں ہے
افسوس آریوں پر وہ ہو گئے ہیں شپّر
معلوم کر کے سب کچھ محروم ہو گئے ہیں
اک ہیں جو پاک بندے اک ہیں دلوں کے گندے
ان آریوں کا پیشہ ہر دم ہے بدزبانی
پاکوں کو پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی

آخر ہوا یہ ثابت دار الشّفا یہی ہے
ہر طرف میں نے دیکھا بُستاں ہرا یہی ہے
پی لو تم اسکو یارو آبِ بقا یہی ہے
پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے
نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے
عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے
اَے طالبانِ دولت! ظلِّ ہُما یہی ہے
اس کا جو ہے یگانہ چہرہ نما یہی ہے
مُجھ کو جو اُسنے بھیجا بس مدّعا یہی ہے
اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے
اے گرنیوالو! دوڑو دیں کا عصا یہی ہے
دیں کی مری پیارو زرّیں قبا یہی ہے
وہ دیکھ کر ہیں منکر ظلم و جفا یہی ہے
کیا ان نیوگیوں کا ذہنِ رسا یہی ہے
جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے
ویدوں میں آریوں نے شاید پڑھا یہی ہے
پر ان سیہ دلوں کا شیوہ سدا یہی ہے

افسوس! اسبے دقوہیں سب کا ہُوا ہے پیشہ
آخر یہ آدمی تھے پھر کیوں ہوئے درندے

جس آریہ کو دیکھیں تہذیب سے ہے عاری
لیکھو کی بدزبانی کا رد ہوئی تھی اسیر

اپنے کئے کا ثمرہ لیکھو نے کیسا پایا
نبیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا

بیٹھے بھی ہو کے آخر نشتر ہی ہیں چلاتے
جاں بھی اگرچہ دیویں ان کو بطور احساں

ہندو کچھ ایسے بگڑے دل پُر ہیں بغض وکیں سے
جاں بھی ہیں اُنپہ قرباں گر دلسے ہوویں صافی

احوال کیا کہوں میں اس غم سے اپنے دل کا
لیتے ہیں جنم اپنا دشمن ہُوا یہ فرقہ

دل پھٹ گیا ہمارا تحقیر سُنتے سُنتے
دُنیا میں گرچہ ہوگی سَو قسم کی بُرائی

غفلت پہ غافلونکی روتے رہے ہیں مُرسل
ہم بد نہیں ہیں کہتے انکے مقدسوں کو

ہم کو نہیں سکھاتا وہ پاک بدزبانی
کس کو کہوں کہ انمیں ہر زہ درا یہی ہے

کیا جُون ان کی بگڑی یا خود قضا یہی ہے
کس کس کا نام لیویں ہر شُو دیا یہی ہے

پھر بھی نہیں سمجھتے حُمق و خطا یہی ہے
آخر خدا کے گھر میں بد کی سزا یہی ہے

گتّوں سا کھولنا مُنہ تخم فنا یہی ہے
ان تیرہ باطنوں کے دل میں دغا یہی ہے

عادت ہے ان کی کفراں رنج و عنا یہی ہے
ہر بات میں ہے تو ہیں طرز ادا یہی ہے

بس ایسے بدگُنوں کا مُجھ کو گلا یہی ہے
گویا کہ ان غمونکا مہماں سرا یہی ہے

آخر کی کیا اُمیدیں جب ابتدا یہی ہے
غم تو بہت ہیں دلمیں پر جانگزا یہی ہے

پاکوں کی ہتک کرنا سب سے بُرا یہی ہے
پر اس زماں میں لوگو! نوحہ نیا یہی ہے

تعلیم میں ہماری حکم خدا یہی ہے
تقویٰ کی جڑ یہی ہے صدق و صفا یہی ہے

پر آریوں کے دیں میں گالی یہی ہے عبادت — کہتے ہیں سب کو جھوٹا کیا اتقا یہی ہے

جتنے نبی ہتے تمنے موسیٰ ہو یا کہ عیسیٰ — مکار ہیں یہ سارے انکی ندا یہی ہے

اک وید ہی ہے جو سچا باقی کتابیں ساری — جھوٹی ہیں اور جعلی اک رہنما یہی ہے

ہے یہ خیال ان کا پربت بنایا تنکا — پر کیا کہیں جب انکا فہم و ذکا یہی ہے

کیڑا جو دب رہا ہے گوبر کی تہ کے نیچے — اسکے گماں میں اس کا ارض و سما یہی ہے

ویدوں کا سب خلاصہ ہم نے نیوگ پایا — ان پستکوں کی رو سے کارج بھلا یہی ہے

جس استری (عورت) کو لڑکا پیدا نہ ہو پتیا (خاوند) سے — ویدوں کی رو سے اسپر واجب ہوا یہی ہے

جب ہی یہی اشارہ پھر اس نے کیا ہے چارہ — جب تک نہ ہو ویں گیارہ لڑکے روا یہی ہے

ایشر کے گن عجب ہیں ویدوں میں اے عزیزو — اسمیں نہیں مروت ہم نے سنا یہی ہے

دیکر نجات و مکتی پھر چھینتا ہے سب سے — کیسا ہے وہ دیالو جس کی عطا یہی ہے

ایشر بنا ہے منہ سے خالق نہیں کسی کا — روحیں ہیں سب انادی پھر کیوں خدا یہی ہے

روحیں اگر نہ ہوتیں ایشر سے کچھ نہ بنتا — اسکی حکومتوں کی ساری بنا یہی ہے

ان کا ہی منہ ہے تکتا ہر کام میں جو چاہے — گویا وہ بادشاہ ہیں ان کا گدا یہی ہے

القصہ آریوں کے ویدوں کا یہ خدا ہے — ان کا ہی جس پہ تکیہ وہ بے نوا یہی ہے

اے آریو کہو اب ایشر کے گن یہی ہیں — جس پر ہو ناز کرتے بولو وہ کیا یہی ہے

ویدوں کو شرم کرکے تم نے بہت چھپایا — آخر کو راز بستہ اس کا کھلا یہی ہے

قدرت نہیں ہے جسمیں وہ خاک کا ہے ایشر — کیا دین حق کے آگے زور آزما یہی ہے

کچھ کم نہیں بتوں سے یہ ہندوؤں کے اشر
سچ پوچھیے تو واللہ بُت دوسرا ہی ہے

ہم نے نہیں بنائیں یہ اپنے دل سے باتیں
ویدوں سے اے عزیزو! ہمکو ملا ہی ہے

فطرت ہر اِک بشر کی کرتی ہے اس سے نفرت
پر آریونکے دِل میں کیونکر بسا ہی ہے

یہ حکم وید کے ہیں جن کا ہے یہ نمونہ
ویدوں سے آریونکو حاصل ہوا ہی ہے

خوش خوش عمل ہیں کرتے اوباش ساری اوپر
سارے نیوگیوں کا اک آسرا ہی ہے

پھر کِس طرح وہ مانیں تعلیمِ پاکِ فرقاں
انکے تو دِل کا رہبر اور مقتدا ہی ہے

جب ہو گئے ہیں ملزم اُترے ہیں گالیوں پر
ہاتھوں میں جاہلونکے سنگِ جفا ہی ہے

رُکتے نہیں ہیں ظالم گالی سے ایک دم بھی
ان کا تو شغل و پیشہ صبح و مسا ہی ہے

کہنے کو وید والے پر دِل ہیں سب کے کالے
پردہ اُٹھا کے دیکھو ان میں بھرا ہی ہے

فطرت کے ہیں درندے مُردار ہیں نہ زندے
ہر دم زباں کے گندے قہرِ خدا ہی ہے

دِینِ خدا کے آگے کچھ بن نہ آئی آخر
سب گالیوں پہ اُترے دلمیں اُٹھا ہی ہے

شرم و حیا نہیں ہے آنکھوں میں انکے ہرگز
وہ بڑھ چکے ہیں حد سے اب انتہا ہی ہے

ہمنے ہے جسکو مانا قادر ہے وہ توانا
اُسنے ہی کچھ دکھانا اس سے رجا ہی ہے

ان سے دو چار ہونا عزت ہے اپنی کھونا
ان سے ملاپ کرنا راہِ ریا ہی ہے

بس اے مرے پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
اِس دیں کو پاؤ یارو بدر الدجیٰ یہی ہے

میں ہوں ستم رسیدہ اُن سے جو ہیں رمیدہ
شاہد ہے آب دیدہ واقف بڑا یہی ہے

میں دِل کی کیا سناؤں کِسکو یہ غم بتاؤں
دُکھ درد کے ہیں جھگڑے مجھ پر بلا یہی ہے

دین کے غموں نے مارا اب دل ہی پارہ پارہ — دلبر کا ہی سہارا ورنہ فنا یہی ہے

ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے — اس یار کی نظر میں شرطِ وفا یہی ہے

برباد جائینگے ہم گر وہ نہ پائیں گے ہم — رونے سے پائینگے ہم دل میں رچا یہی ہے

وہ دن گئے کہ راتیں کٹتی تھیں کرکے باتیں — اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کتھا یہی ہے

جلد آ پلا رے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی — دے شربت تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

شکرِ خدائے رحماں جسنے دیا ہے قرآں — غنچے تھے ساری پہلے اب گُل کھلا یہی ہے

کیا وصف اسکے کہنا ہر حرف اس کا گہنا — دلبر بہت ہیں دیکھے دل لیگیا یہی ہے

دیکھی ہیں سب کتابیں مہمل ہیں جیسی غابیں — خالی ہیں انکی قابیں خوانِ ہدا یہی ہے

اُسنے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا — راتیں تھیں جتنی گذریں اب دن چڑھا یہی ہے

اُسنے نشاں دکھائے طالب سبھی بلائے — سوتے ہوئے جگائے بس حق نما یہی ہے

پہلے صحیفے سارے لوگوں نے سب بگاڑے — دُنیا سے وہ سُدھارے نوشہ نیا یہی ہے

کہتے ہیں حُسنِ یوسف دِلکش بہت تھا لیکن — خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے

یُوسف تو سن چکے ہو اِک چاہ میں گرا تھا — یہ چاہ سے نکالے جس کی صدا یہی ہے

اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں میں — سب خشک باغ دیکھے پھولا پھلا یہی ہے

ہر جا زمیں کے کیڑے دیں کے ہوئے ہیں دشمن — اسلام پر خدا سے آج ابتلا یہی ہے

تھم جاتے ہیں کچھ آنسو یہ دیکھ کر کہ ہر سُو — اس غم سے صادقوں کا آہ و بکا یہی ہے

سب مشرکوں کے سر پر یہ دیں ہی ایک خنجر — یہ شرک سے چھڑاوے انکو اذی یہی ہے

کیوں ہو گئی ہیں اسکے دشمن یہ ساری گرہ ... وُہ رہنما ہی راز چون و چرا یہی ہے
دیں غار میں چھپا ہی اک شور کفر کا ہے ... اب تم دُعائیں کر لو۔ غارِ حرا یہی ہے
وُہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا ... نام اُس کا ہی محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر ... لیک از خدائے برتر خیر الورٰی یہی ہے
پہلوں سے خُوبتر ہے خُوبی میں اِک قمر ہی ... اس پر ہر اِک نظر ہی بدر الدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اُسنے ہیں اُتارے ... میں جاؤں اسکے واری بس نا خدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے ... دِل یار سے ملائے وُہ آشنا یہی ہے

وُہ یارِ لامکانی وُہ دلبرِ نہانی ... دیکھا ہی ہمنے اس سے بس رہنما یہی ہے
وُہ آج شاہِ دیں ہی وُہ تاجِ مُرسلیں ہے ... وُہ طیب و امیں ہی اسکی ثنا یہی ہے
حق سے جو حکم آئے اسنے وُہ کر دکھائے ... جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے
آنکھ اُسکی دُور بیں ہی دل یار سے قریں ہے ... ہاتھوں میں شمعِ دیں ہی عین الضیا یہی ہے
جو رازِ دیں تھے بھاری اسنے بتائے سارے ... دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہُوا ہوں ... وُہ ہی میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وُہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہی خزانہ ... باقی ہیں سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہمنے اس سے پایا شاہد ہی تو خدایا ... وُہ جس نے حق دکھایا وُہ مہ لقا یہی ہے
ہم تھے دِلوں کے اندھے سو سو دِلوں پہ پھندے ... پھر کھولے جس نے جندے* وُہ مجتبیٰ یہی ہے

*جندے پنجابی لفظ ہے۔ مراد قفل ہے

اَے میرے ربّ رحماں تیری ہی ہیں یہ احساں — مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے

اَے میرے یارِ جانی! کر خود تو مہربانی — ورنہ بلائے دُنیا اِک اژدہا یہی ہے

دِلمیں یہی ہے ہردم تیرا صحیفہ چُوموں — قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بھارے — مُنہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے

کہتے ہیں جوشِ اُلفت یکساں نہیں ہے رہتا — دِلبر مرے پیارے ہردم گھٹا یہی ہے

ہم خاک میں مِلے ہیں شاید مِلے وُہ دلبر — جیتا ہُوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے

دُنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا — معشوق ہے تُو میرا عشقِ صفا یہی ہے

مُشتِ غبار اپنا تیرے لیئے اُڑایا — جب سے سُنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے

دِلبر کا وِرد آیا حرفِ خودی مٹایا — جب مَیں مرا جلایا جامِ بقا یہی ہے

اس عشق میں مصائب سو سو ہیں ہر قدم میں — پر کیا کروں کہ اسنے مجھ کو دیا یہی ہے

حرفِ وفا نہ چھوڑوں اس عہد کو نہ توڑوں — اُس دلبرِ ازل نے مجھ کو کہا یہی ہے

جب سے ملا وہ دلبر دشمن ہیں میرے گھر گھر — دِل ہو گئے ہیں پتھر قدر و قضا یہی ہے

مجھکو ہیں وُہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے — تیغ و تبر دکھاتے ہر سُو دَبا یہی ہے

دِلبر کی رہ میں یہ دِل ڈرتا نہیں کسی سے — ہُشیار ساری دُنیا اِک باؤلا یہی ہے

اس رہ میں اپنے قصے میں تمکو کیا سناؤں — دُکھ درد کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے

دِل کر کے پارہ پارہ چاہوں میں اِک نظارہ — دیوانہ مت کہو تم عقلِ رسا یہی ہے

اَے میرے یارِ جانی! کر خود تو مہربانی — مت کہہ تُو لن ترانی تجھ سے رجا یہی ہے

فرقت بھی کیا بنی ہے ہر دم میں جاں کنی ہے
عاشق جہاں پہ مرتے وہ کربلا یہی ہے

تیری وفا ہے تھوڑی ہم میں ہے عیب دُوری
طاعت بھی ہے ادھوری ہمپر بلا یہی ہے

تجھ میں وفا ہے پیاری سچے ہیں عہد سارے
ہم جا پڑے کنارے جائے بکا یہی ہے

ہم نے نہ عہد پالا یاری میں رخنہ ڈالا
پر تُو ہے فضل والا ہمپر کھُلا یہی ہے

اے میرے دُکھ کے درماں ہجراں ہے تیرا سوزاں
کہتے ہیں جسکو دوزخ وہ جانگزا یہی ہے

اِک دیں کی آفتوں کا غم کھا گیا ہے مجھکو
سینہ پہ دشمنوں کے پتھر پڑا یہی ہے

کیونکر تبہ وہ ہووے کیونکر فنا وہ ہووے
ظالم جو حق کا دشمن وہ سوچتا یہی ہے

ایسا زمانہ آیا جسنے غضب ہے ڈھایا
جو پیستی ہے دیں کو وہ آسیا یہی ہے

شادابی و لطافت اس دیں کی کیا کہوں مَیں
سب خشک ہو گئے ہیں پھولا پھلا یہی ہے

آنکھیں ہر ایک دیں کی بے نور ہمنے پائیں
سُرمہ ہے معرفت کے اِک سُرمہ سا یہی ہے

لعلِ یمن بھی دیکھے دُرِّ عدن بھی دیکھے
سب جوہروں کو دیکھا دِلمیں جچا یہی ہے

انکار کرکے اس سے پچھتاؤگے بہت تم
بنتا ہے جس سے سونا وہ کیمیا یہی ہے

پر آریوں کی آنکھیں اندھی ہوئی ہیں ایسی
وہ گالیوں پہ اُترے دلمیں پڑا یہی ہے

بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بد زباں ہے
جس دِل سے یہ نجاست بیت الخلا یہی ہے

گو ہیں بہت درندے اِنساں کی پوستیں میں
پاکوں کا خوں جو پیوے وہ بھیڑیا یہی ہے

کِس دیں پہ ناز اُن کو جو وید کے ہیں حامی
مذہب جو پھل سے خالی وہ کھوکھلا یہی ہے

اے آریو یہ کیا ہے کیوں دِل بگڑ گیا ہے
ان شوخیوں کو چھوڑو راہِ حیا یہی ہے

مُجھ کو ہو کیوں ستاتے سو افترا بناتے — بہتر تھا باز آتے دور از بلا ہی ہے
جس کی دُعا سے آخر لیکھو مرا تھا کٹکر — ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا ہی ہے
اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دُکھانا — گستاخ ہوتے جانا۔ اسکی جزا یہی ہے
اس دیں کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھادے — سب جھوٹے دیں مٹادے میری دعا یہی ہے

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

عیسائیوں کو دعوت

آؤ عیسائیو! اِدھر آؤ!! — نورِ حق دیکھو! راہِ حق پاؤ!!
جس قدر خوبیاں ہیں قرآں میں — کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اسکو یاد کرو — یُونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ
کب تلک جھوٹ سے کروگے پیار — کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو — کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
عیشِ دُنیا سدا نہیں پیارو — اس جہاں کو بقا نہیں پیارو
یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو — کوئی اس میں رہا نہیں پیارو
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل — ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل

کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال ہائے سو سو اُٹھے ہے دِل میں اُبال
کیوں نہیں دیکھتے طریقِ صواب کس بلا کا پڑا ہے دِل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کین و استکبار کیوں خدا یاد سے گیا یکبار
تُم نے حق کو بھلا دِیا ہیہات دِل کو پتھر بنا دیا ہیہات
اُے عزیزو سنو! کہ بے قرآں حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اُس نُور کی خبر ہی نہیں اُنپہ اُس یار کی نظر ہی نہیں
ہے یہ فرقاں میں اِک عجیب اثر کہ بناتا ہے عاشقِ دلبر
جس کا ہے نام قادرِ اکبر اُسکی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
کُوئے دلبر میں کھینچ لاتا ہے پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے
دِل میں ہر وقت نُور بھرتا ہے سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
اُسکے اوصاف کیا کروں مَیں بیاں وُہ تو دیتا ہے جاں کو اَور اِک جاں
وُہ تو چمکا ہے نیّرِ اکبر اُس سے انکار ہو سکے کیونکر
وُہ ہمیں دِلستاں تلک لایا اُسکے پانے سے یار کو پایا
بحرِ حکمت ہے وُہ کلامِ تمام عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام
بات جب اُسکی یاد آتی ہے یاد سے ساری خلق جاتی ہے
سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے دِل سے غیرِ خدا اُٹھاتی ہے
درد مندوں کی ہے دوا وُہی ایک ہے خدا سے خدا نما وُہی ایک

ہمنے پایا خورِ ہدیٰ وُہی ایک	ہم نے دیکھا ہے دلربا وُہی ایک
اُسکے مُنکر جو بات کہتے ہیں	یُونہی اِک واہیات کہتے ہیں
بات جب ہو کہ میرے پاس آ دیں	میرے مُنہ پر وُہ بات کہہ جاویں
مجھ سے اس دلستاں کا حال سُنیں	مجھ سے وُہ صورت وجمال سُنیں

آنکھ پھُوٹی تو خیر کان سہی
نہ سہی یُونہی امتحان سہی

(براہین احمدیہ حصہ سوم
سنہ ۱۸۸۲ء)

خدائی اور قدرت نمائی

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت	اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کرونگا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وُہ بات خدائی یہی تو ہے

(الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء)

صدائے فونوگراف اور دین الٰہی کے اوصاف

آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے	ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے
جب تک عمل نہیں ہے دلِ پاک و صاف سے	کمتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے

باہر اگر نہیں دلِ مُردہ غلاف سے — حاصل ہی کیا ہے جنگ و جدال و خلاف سے

وُہ دیں ہی کیا ہے جسمیں خدا سے نشاں نہ ہو — تائیدِ حق نہ ہو مددِ آسماں نہ ہو

مذہب بھی ایک کھیل ہے جبتک یقیں نہیں — جو نور سے تہی ہے خدا سے وُہ دیں نہیں

دینِ خدا وُہی ہے جو دریائے نُور ہے — جو اس سے دُور ہے وُہ خدا سے بھی دُور ہے

دینِ خدا وُہی ہے جو ہے وُہ خدا نما — کس کام کا وُہ دیں جو نہ ہووے گرہ کشا

جن کا یہ دیں نہیں ہے نہیں اُنمیں کچھ بھی دم — دُنیا کے آگے ایک بھی اُٹھتا نہیں قدم

وُہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں

بُت ترک کر کے پھر بھی بُتوں کے غلام ہیں

(ضمیمہ [illegible] ۱۹۰۱ء)

نصرتِ الٰہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے — جب آتی ہے تو پھر عالم کو اِک عالم دکھاتی ہے

وُہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اُڑاتی ہے — وُہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وُہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے — کبھی ہو کر وُہ پانی اُن پر اِک طوفان لاتی ہے

غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے

بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

(براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۴ سنہ ۱۸۸۰ء)

الٰہی قُرب کی راہ

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضایع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وہی اسکے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اسکی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو
اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

(تاریخ تصنیف ۱۹۰۲ء)

وفاتِ مسیحؑ اور عقائدِ حضرت مسیحِ موعودؑ

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دل میں اُٹھتا ہے مرے سَو سَو اُبال

ابنِ مریم مرگیا حق کی قسم
داخلِ جنّت ہُوا وہ محترم

مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر
اُسکے مرجانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہوگیا ثابت یہ تیس آیات سے

کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں

عہد شد از کردگارِ بیچگوں
غور کُن در اِنَّہُمْ لَا یَرْجِعُوْن

اے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا
مَوت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا

یہ تو رہنے کا نہیں پیارے مکاں
چل بسے سب انبیاء و راستاں

ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات
یونہی باتیں ہیں بنائیں واہیات

کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے
ہے یہ دیں یا سیرتِ کفّار ہے

برخلافِ نص یہ کیا جوش ہے
سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے

کیوں بنایا ابنِ مریم کو خدا
سنّتِ اللہ سے وہ کیوں باہر رہا

کیوں بنایا اُسکو با شانِ کبیر
غیب دان و خالق و حیّ و قدیر

مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا
اب تلک آئی نہیں اُس پر فنا

ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا
اس خدادانی پہ تیرے مرحبا

مولویصاحب یہی توحید ہے
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے

کیا یہی توحیدِ حق کا راز تھا؟
جسپہ برسوں سے تمہیں اِک ناز تھا

کیا بشر میں ہے خدائی کا نشاں
الاماں ایسے گماں سے الاماں

ہے تعجب آپ کے اِس جوش پر
فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر

کیوں نظر آتا نہیں راہِ صواب
پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب

کیا یہی تعلیمِ فرقاں ہے بھلا
کچھ تو آخر چاہیئے خوفِ خدا

مومنوں پر کفر کا کرنا گماں
ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلیں

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں | خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے | جان و دِل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دِل اب تنِ خاکی رہا | ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تُم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب | کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ عقاب
سخت شورے اوفتادہ اندر زمیں | رحم کُن بر خلق اَے جاں آفریں

کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دِکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اَے ربّ الورا

دَرد بھری نصیحت

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال | دِل میں آتا ہے مرے سَو سَو اُبال
اَنکھ تر ہے دِل میں میرے درد ہے | کیوں دِلوں پر اسقدر یہ گرد ہے
دِل ہُوا جاتا ہے ہر دم بیقرار | کِس بیاباں میں نکالوں یہ بخار
ہو گئے ہم درد سے زیر و زبر | مر گئے ہم پر نہیں تمکو خبر
آسمان پر غافلو اِک جوش ہے | کچھ تو دیکھو گر تمہیں کچھ ہوش ہے
ہو گیا دیں کُفر کے حملوں سے چور | چُپ رہے کب تک خداوندِ غیور
اس صدی کا بیسواں اب سال ہے | شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے

بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے
افترا کی کب تلک بنیاد ہے

وُہ خدا میرا جو ہے جوہر شناس
اِک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

لعنتی ہوتا ہے مردِ مفتری
لعنتی کو کب ملے یہ سروری

(اعجاز احمدی ص ۲۷)

محبّت الٰہی کے عمدہ صفات

اور غیر اللہ سے نفرت

وُہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اسمیں وُہ کیا نہیں

سُورج پہ غور کرکے نہ پائی وُہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اس یار سا نہیں

واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُسکو فنا نہیں

سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اُسیکو یارو بتوں میں وفا نہیں

اس جائے پُرعذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستاں سرا نہیں

(ضمیمہ براہین حصہ پنجم ص ۹۸)

طلبِ دُنیا میں خدا فراموشی

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں ۔ نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں ۔ ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں
جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں ۔ کیا کیا نہ ان کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
پر اُن کو اُس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں ۔ آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں
انکے طریق و دھرم میں گو لاکھ ہو فساد ۔ کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد
پر تب بھی مانتے ہیں اسی کو ہر سبب ۔ کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب
دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی ۔ ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلاں وفا نکند ایں سرائے خام
دُنیائے دُوں نماند و نماند بکس مدام

حضرت مسیح موعود کی صداقت پر

سورۂ فاتحہ کی شہادت

اُے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو ۔ اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
سوچو دُعائے فاتحہ کو پڑھ کے بار بار ۔ کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دُعا یہی ۔ اُسکے حبیب نے بھی پڑھائی دُعا یہی
پڑھتے ہو پنجوقت اسی کو نماز میں ۔ جاتے ہو اسکی رہ سے درِ بے نیاز میں

اسکی قسم کہ جسنے یہ سورت اُتاری ہی — اُس پاک دل پہ جسکی وُہ صورت پیاری ہے

یہ میرے رب سی میرے لیئے اِک گواہ ہے — یہ میرے صدق دعویٰ پہ مُہرِ الٰہ ہے

میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے — میرے لیئے یہ شاہدِ ربِّ جلیل ہے

پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا

توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ)

جہاد کی ممانعت اور مُسلمانوں کی

موجودہ حالت

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال — دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سی نورِ خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وُہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبیؐ کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو — جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الحَرب کی خبر — کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سیّدِ کونین مُصطفےٰ — عیسےٰ مسیح جنگوں کا کر دیگا خاتمہ

جب آئیگا تو صلح کو وُہ ساتھ لائیگا — جنگوں کے سلسلہ کو وُہ یکسر مٹائیگا

پھر ہونگے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسفند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
یہ حکم سُنکے بھی جو لڑائی کو جائیگا
اک معجزہ کے طور پر یہ پیشگوئی ہے
القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
ظاہر ہوئے خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وُہ نام وُہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وُہ علم وُہ صلاح وُہ عفت نہیں رہی
وُہ درد وُہ گداز وُہ رقت نہیں رہی
دلمیں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی
حُمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
وُہ علم و معرفت وُہ فراست نہیں رہی
دُنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
وُہ انس وُہ شوق وجد وہ طاعت نہیں رہی
ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
سَو سَو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی

کھیلینگے نیچے سانپوں کی بخوف و بیگزند
بھولینگے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا
وُہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائیگا
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے
کر دیگا ختم آکے وُہ دیں کی لڑائیاں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں
وُہ سلطنت وُہ رعب وُہ شوکت نہیں رہی
وہ عزم مقبلانہ وُہ ہمت نہیں رہی
وُہ نور اور وُہ چاند کی طلعت نہیں رہی
خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی
کسل آگیا ہے دلمیں جلادت نہیں رہی
وُہ فکر وُہ قیاس وُہ حکمت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی
نُورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنیکی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے وہ قسمت نہیں رہی ۔۔۔ دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی
مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی ۔۔۔ دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی
سب پر یہ اِک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی ۔۔۔ اِک پھوٹ پڑ رہی ہے مودّت نہیں رہی
تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی ۔۔۔ صورت بدل گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی ۔۔۔ بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے ۔۔۔ کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے
ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو ۔۔۔ عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو
اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے ۔۔۔ مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے
اے قوم! تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں ۔۔۔ روتے رہو دعاؤں میں اب کچھ اثر نہیں
کیونکر ہو وہ اثر کہ تمہارے وہ دل نہیں ۔۔۔ شیطاں کے ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں
تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے ۔۔۔ جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے
کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے ۔۔۔ باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے
اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے ۔۔۔ اس یار سے بشامتِ عصیاں جدا ہوئے
اب غیروں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے ۔۔۔ تم خود ہی غیر بن کے محلِّ سزا ہوئے
سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں ۔۔۔ وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں
پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا ۔۔۔ وہ نورِ مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا
پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے ۔۔۔ آیت عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا | اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائیگا
اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں | بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں
یارو جو مردِ آنیکو تھا وہ تو آ چُکا | یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چُکا
اب سال سترہ بھی صدی سے گذر گئے | تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے
تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں | کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں
پھر تم نے اُن سے کچھ بھی اُٹھایا نہ فائدہ | مُنہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ
بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں؟ | خُو اپنی پاک و صاف بناؤ گے یا نہیں؟
باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں؟ | مخفی جو دل میں ہے وُہ سناؤ گے یا نہیں؟
آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں؟ | اسوقت اسکو مُنہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں؟
تم میں سے جنکو دینِ دیانت سے ہے پیار | اب اس کا فرض ہے کہ وُہ دل کرکے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے | اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا

مقامِ احمد

زندگی بخش جامِ احمد ہے | کیا ہی پیارا یہ نامِ احمد ہے

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ۔۔۔ سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے

باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا ۔۔۔ میرا بستاں کلامِ احمد ہے

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلامِ احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰ ۱۹۰۲ء)

چولہ صاحب اور بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا اسلام

یہی پاک چولہ ہے سِکھوں کا تاج ۔۔۔ یہی کابل مل کے گھر میں ہے آج

یہی ہے جو نوروں سے معمور ہے ۔۔۔ جو دُور اس سے اُس سے خدا دُور ہے

یہی جنم ساکھی میں مذکور ہے ۔۔۔ جو اَنگد سے اس وقت مشہور ہے

اسی پر وہ آیات ہیں بیّنات ۔۔۔ کہ جن سے ملے جاودانی حیات

یہ نانک رحؒ کو خلعت ملا سرفراز ۔۔۔ خدا سے جو تھا درد کا چارہ ساز

اسی سے وہ سب رازِ حق پا گیا ۔۔۔ اسی سے وہ حق کی طرف آ گیا

اسی نے بلا سے بچایا اُسے ۔۔۔ ہر اِک بدگہر سے چھڑایا اُسے

ذرا سوچو سِکھو یہ کیا چیز ہے ۔۔۔ یہ اُس مرد کے تن کا تعویذ ہے

یہ اس بھگت کا رہ گیا اک نشاں ۔۔۔ نصیحت کی باتیں حقیقت کی جاں

گرنتھوں میں ہے شک کا اک احتمال — کہ انساں کے ہاتھوں ہی ہیں دستمال
جو پیچھے سے لکھتے لکھاتے رہے — خدا جانے کیا کیا بناتے رہے
گماں ہے کہ نقلوں میں ہو کچھ خطا — کہ انساں نہ ہووے خطا سے جدا
مگر یہ تو محفوظ ہے بالیقیں — وہی ہے جو تھا اسمیں کچھ شک نہیں
اسے سر پہ رکھتے تھے اہلِ صفا — تذلل سے جب پیش آتی بلا
جو نانکؒ کی مدح و ثنا کرتے تھے — وہ ہر شخص کو یہ کہا کرتے تھے
کہ دیکھا نہ ہو جس نے وہ پارسا — وہ چولہ کو دیکھے کہ ہے رہنما
جسے اسکے مرت کی نہ ہووے خبر — وہ دیکھے اسی چولہ کو اک نظر
اسے چوم کر کرتے رو رو دعا — تو ہو جاتا تھا فضلِ قادر خدا
اسی کا تو تھا معجزانہ اثر — کہ نانکؒ بچا جس سے وقتِ خطر
بچا آگ سے اور بچا آب سے — اسی کے اثر سے نہ اسباب سے
ذرا دیکھو انگد کی تحریر کو — کہ لکھتا ہے اس ساری تقریر کو
یہ چولہ ہے قدرت کا جلوہ نما — کلامِ خدا اس پہ ہے جابجا
جو شائق ہے نانک کے درشن کا آج — وہ دیکھے اسے چھوڑ کر کام کاج
برس گذرے ہیں چار سو کے قریب — یہ ہے نو بنو اک کرامت عجیب
یہ نانکؒ سے کیوں رہگیا اک نشاں — بھلا اس میں حکمت تھی کیا در نہاں
یہی تھی کہ اسلام کا ہو گواہ — بتاوے وہ پچھلوں کو نانکؒ کی راہ

خدا سے یہ تھا فضل اس مرد پر
ہُوا اسکے دردوں کا اِک چارہ گر

یہ مخفی امانت ہے کرتار کی
یہ تھی اِک کلید اسکے اسرار کی

محبت میں صادق وہی ہوتے ہیں
کہ اس چولہ کو دیکھکر روتے ہیں

سُنو مجھ سے اے لوگو نانکؒ کا حال
سُنو قصۂ قدرتِ ذوالجلال

وُہ تھا آریہ قوم سے نیک ذات
خردمند خوشخو مبارک صفات

ابھی عمر سے تھوڑے گذری تھی سال
کہ دِل میں پڑا اُسکے دِیں کا خیال

اسی جستجو میں وُہ رہتا مدام
کہ کس راہ سے سچ کو پاوے تمام

اُسے وید کی رَہ نہ آئی پسند
کہ دیکھا بہت اُسکی باتوں میں گند

جو دیکھا کہ یہ ہیں سڑے اور گلے
لگا ہونے اس کا دِل اُوپر تلے

کہا کیسے ہو یہ خدا کا کلام
ضلالت کی تعلیم ناپاک کام

ہُوا پھر تو یہ دیکھ کر سخت غم
مگر دِل میں رکھتا وُہ رنج والم

وُہ رہتا تھا اس غم سے ہردم اُداس
زباں بند تھی دِل میں سَو سَو ہراس

یہی فکر کھاتا اُسے صبح و شام
نہ تھا کوئی ہمراز نے ہمکلام

کبھی باپ کی جب کہ پڑتی نظر
وُہ کہتا کہ اَے میرے پیارے پسر

میں حیراں ہُوں تیرا یہ کیا حال ہے؟
وُہ غم کیا ہے جس سی تُو پامال ہے

نہ وُہ تیری صورت نہ وُہ رنگ ہے
کہو کس سبب تیرا دِل تنگ ہے؟

مجھے سچ بتا کھول کر اپنا حال
کہ کیوں غم میں رہتا ہے اے میرے لال؟

وُہ رو دیتا کہہ کر کہ سب خیر ہے　　مگر دل میں اِک خواہشِ سیر ہے

پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار　　نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھے پہاڑ

اُتار اپنے مونڈھے سے دُنیا کا بار　　طلب میں سفر کر لیا اختیار

خدا کے لیئے ہو گیا دردمند　　تنعم کی راہیں نہ آئیں پسند

طلب میں چلا بے خود و بے حواس　　خدا کی عنایات کی کر کے آس

جو پُوچھا کِسی نے چلے ہو کِدھر　　غرض کیا ہے جس سے کیا یہ سفر

کہا رو کے حق کا طلبگار ہُوں　　نثارِ رہِ پاک کرتا رہُوں

سفر میں وُہ رو رو کے کرتا دُعا　　کہ اَے میرے کرتار مشکلکشا

مَیں عاجز ہُوں کچھ بھی نہیں خاک ہُوں　　مگر بندۂ درگہِ پاک ہُوں

مَیں قرباں ہُوں دِل سے تری راہ کا　　نشاں دے مجھے مَردِ آگاہ کا

نشاں تیرا پا کر وہیں جاؤنگا　　جو تیرا ہو وُہ اپنا ٹھہراؤنگا

کرم کر کے وُہ راہ اپنی دِکھا　　کہ جس میں ہو اَے میرے تیری رضا

بتایا گیا اسکو الہام میں　　کہ پائیگا تو تجھہ کو اسلام میں

کہ مردِ عارف فلاں مَرد ہے　　کہ اسلام کی راہ میں فرد ہے

مِلا تب خدا سے اُسے ایک پیر　　کہ چشتی طریقہ میں تھا دستگیر

وُہ بیعت سے اسکی ہُوا فیضیاب　　سُنا شیخ سے ذکرِ راہِ صواب

پھر آیا وطن کی طرف اسکے بعد　　مِلے پیر کے فیض سے بخت سعد

کوئی دِن تو پردہ میں مستور تھا
زباں چُپ تھی اور سینہ میں نُور تھا

نہاں دِل میں تھا درد سوز و نیاز
شریروں سے چھپ چھپ کے پڑھتا نماز

پھر آخر کو مارا صداقت نے جوش
تعشّق سے جاتے رہے اسکے ہوش

ہُوا پھر تو حق کے چھپانے سے تنگ
محبّت نے بڑھ بڑھ کے دکھلائی رنگ

کہا یہ تو مجھ سے ہُوا اِک گناہ
کہ پوشیدہ رکھی سچائی کی راہ

یہ صدق و صفا سے بہت دُور تھا
کہ غیروں کے خوفوں سے دِل چُور تھا

تصوّر سے اسبات کے ہو کے زار
کہا رو کے اَے میرے پروردگار

ترے نام کا مُجھ کو اقرار ہے
ترا نام غفّار و ستّار ہے

بلاریب تُو حَیُّ و قُدُّوس ہے
ترے بن ہر اِک راہ سالوس ہے

مجھے بخش اَے خالق العالمین
تُو سُبُّوح وَ اِنِّی مِنَ الظّٰلِمِین

میں تیرا ہُوں اَے میرے کرتار پاک
نہیں تیری راہوں میں خوفِ ہلاک

ترے در پہ جاں میری قربان ہے
محبت تری خود مری جان ہے

وُہ طاقت کر ملتی ہے ابرار کو
وُہ دے مجھکو دِکھلا کے اسرار کو

خطاوار ہُوں مجھ کو وُہ رہ بتا
کہ حاصل ہو جس رہ سے تیری رضا

اسی عجز میں تھا تذلّل کے ساتھ
کہ پکڑا خدا کی عنایت نے ہاتھ

ہُوا غیب سے ایک جلوہ عیاں
خدا کا کلام اُسپہ تھا بیگماں

شہادت تھی اسلام کی جابجا
کہ سچا وُہی دین ہے اور رہنما

یہ لکھا تھا اس میں بخطِ جلی — کہ اللہ ہے اِک اور محمد نبی
ہؤا حکم ہین اسکو اے نیک مرد — اُتر جائیگی اُس سے وُہ ساری گرد
جو پوشیدہ رکھنے کی تھی اِک خطا — یہ کفارہ ہے اس کا اے باوفا
یہ ممکن ہے کشفی ہو یہ ماجرا — دِکھایا گیا ہو بحکمِ خدا

پھر اس طرز پر یہ بنایا گیا
بحکمِ خدا پھر لکھایا گیا

مگر یہ بھی ممکن ہے اے پختہ کار — کہ خود غیب سے ہو یہ سب کاروبار
کہ پردے میں قادر کے اسرار ہیں — کہ عقلیں وہاں ہیچ و بیکار ہیں
تو یک قطرہ داری ز عقل و خرد — مگر قدرتش بحر بے حدّ و عد
اگر بشنوی قصۂ صادقاں — مجنباں سرِ خود چو مستہزیاں
تو خود را خردمند فہمیدۂ — مقاماتِ مرداں کجا دیدۂ
غرض اُسنے پہنا وُہ فرخ لباس — نہ رکھتا تھا مخلوق سے کچھ ہراس
وُہ پھرتا تھا کوچوں میں چولہ کیساتھ — دِکھاتا تھا لوگوں کو قدرت کے ہاتھ
کوئی دیکھتا جب اُسے دُور سے — تو ملتی خبر اسکو اِس نُور سے
جسے دُور سے وُہ نظر آتا تھا — اُسے چولہ خود بھید سمجھاتا تھا
وُہ ہر لحظہ چولہ کو دکھلاتا تھا — اسی میں وُہ ساری خوشی پاتا تھا
[illegible] خورسند ہو — خطا دُور ہو پختہ پیوند ہو

جو عشاق اس ذات کے ہوتے ہیں | وہ ایسے ہی ڈر ڈر کے جاں کھوتے ہیں
وہ اس یار کو صدق دکھلاتے ہیں | اسی غم میں دیوانہ بن جاتے ہیں
وہ جاں اسکی رہ میں فدا کرتے ہیں | وہ ہر لحظہ سو سو طرح مرتے ہیں

وہ کھوتے ہیں سب کچھ بصدق و صفا
مگر اس کی ہوجائے حاصل رضا

یہ دیوانگی عشق کا ہے نشاں | نہ سمجھے کوئی اسکو جز عاشقاں
غرض جوشِ الفت سے مجذوب وار | یہ نانک نے چولہ بنایا شعار
مگر اس سے راضی ہو وہ دلستاں | کہ اس بن نہیں دل کو تاب و تواں
خدا کے جو ہیں وہ یہی کرتے ہیں | وہ لعنت سے لوگونکی کب ڈرتے ہیں
وہ ہو جاتے ہیں سارے دلدار کے | نہیں کوئی ان کا بجز یار کے
وہ جاں دینے سے بھی نہ گھبراتے ہیں | کہ سب کچھ وہ کھو کر اسے پاتے ہیں
وہ دلبر کی آواز بن جاتے ہیں | وہ اس جاں کے ہمراز بنجاتے ہیں
وہ ناداں جو کہتا ہے در بند ہے | نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
نہیں عقل اسکو نہ کچھ غور ہے | اگر وید ہے یا کوئی اور ہے
یہ سچ ہے کہ جو پاک ہو جاتے ہیں | خدا سے خدا کی خبر لاتے ہیں
اگر اس طرف سے نہ آوے خبر | تو ہو جائے یہ راز زیر و زبر
طلبگار ہو جائیں اسکے تباہ | وہ مر جائیں دیکھیں اگر بند راہ

مگر کوئی معشوق ایسا نہیں | کہ عاشق سے رکھتا ہو یہ بغض و کیں
خدا پر تو پھر یہ گماں عیب ہے | کہ وہ راحم و عالم الغیب ہے
اگر وہ نہ بولے تو کیوں کر کوئی | یقیں کر کے جانے کہ ہے مختفی
وہ کرتا ہے خود اپنے بھگتوں کو یاد | کوئی اسکی رہ میں نہیں نامراد
مگر وید کو اس سے انکار ہے | اسی سے تو بے خبر و بیکار ہے
کرے کوئی کیا ایسے طومار کو | بلا کر دکھاوے نہ جو یار کو
وہ ویدوں کا ایشر ہی یا اک حجر | کہ بولے نہیں جیسے اک گنگ و کر
تو پھر ایسے ویدوں سے حاصل ہی کیا | ذرا سوچو اے یارو بہرِ خدا
وہ انکاری ہیں کرتے الہام سے | کہ ممکن نہیں خاص اور عام سے
یہی سالکوں کا تو تھا مُدعا | اسی سے تو کھُلتی تھیں آنکھیں ذرا
اگر یہ نہیں پھر تو وہ مر گئے | کہ بے سُود جاں کو فدا کر گئے
یہ ویدوں کا دعویٰ سُنا ہے ابھی | کہ بعد انکے مُلہم نہ ہوگا کبھی
وہ کہتے ہیں یہ کوچہ مسدود ہی | تلاش اسکی عارف کو بے سُود ہی
وہ غافل ہیں رحماں کے اس داب سے | کہ رکھتا ہے وہ اپنے احباب سے
اگر ان کو اس رہ کی ہوتی خبر | اگر صدق کا کچھ بھی رکھتے اثر
تو انکار کو جانتے جائے شرم | یہ کیا کہہ دیا وید نے ہائے شرم
نہ جانا کہ الہام ہے کیمیا! | اسی سے تو ملتا ہے گنجِ بقا!

اسی سے تو عارف ہوئے بادہ نوش
اسی سے تو آنکھیں کھلیں اور گوش

یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا
یہی ایک چشمہ ہے اسرار کا

اسی سے ملے اِن کو نازک علوم
اسی سے تو انکی ہوئی جگ میں دُھوم

خدا پر خدا سے یقیں آتا ہے
وُہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے

کوئی یار سے جب لگاتا ہے دِل
تو باتوں سے لذت اُٹھاتا ہے دِل

کہ دِلدار کی بات ہے اِک غذا
مگر تُو ہے مُنکر تجھے اس سے کیا

نہیں تجھ کو اس راہ کی کچھ خبر
تو واقف نہیں اس سے اَے بے ہُنر

وُہ ہے مہربان و کریم و قدیر
قسم اُسکی۔ اسکی نہیں ہے نظیر

جو ہو دِل سے قربانِ ربِّ جلیل
نہ نقصاں اُٹھادیں نہ ہو ویں ذلیل

اسی سے تو نانک ہُوا کامیاب
کہ دِل سے تھا قربانِ عالیجناب

بتایا گیا اسکو الہام میں
کہ پائیگا تو مُجھ کو اسلام میں

یقیں ہے کہ نانک تھا ملہم ضرور
نہ کر وید کا پاس اَے پُر غرور

دِیا اسکو کرتار نے وُہ گیان
کہ ویدوں میں اس کا نہیں کچھ نشاں

اکیلا وُہ بھاگا ہنودوں کو چھوڑ
چلا مکّہ کو ہند سے مُنہ کو موڑ

گیا خانہ کعبہ کا کرنے طواف
مُسلماں بنا پاک دِل بے خلاف

لیا اُسکو فضلِ خدا نے اُٹھا
ملی وہ تو عالم میں عزّت کی جا

اگر تُو بھی چھوڑے یہ مُلک ہُوا
تجھے بھی یہ رُتبہ کرے وُہ عطا

تو رکھتا نہیں ایک دم بھی رَوا
جو بیوی سے اور بچوں سے ہو جُدا

مگر وُہ تو پھرتا تھا دِیوانہ وار
نہ جی کو تھا چین اور نہ دِل کو قرار

ہر اِک کہتا تھا دیکھ کر اِک نظر
کہ ہے اسکی آنکھوں میں کچھ جلوہ گر

محبت کی تھی سینہ میں اِک خلش
لِئے پھرتی تھی اسکو دِل کی تپش

کبھی شرق میں اور کبھی غرب میں
رہا گھومتا قلق اور کرب میں

پرندے بھی آرام کر لیتے ہیں
مجازیں بھی یہ کام کر لیتے ہیں

مگر وُہ تو اِک دم نہ کرتا قرار
ادا کر دیا عشق کا کاروبار

کِسی نے یہ پُوچھی تھی عاشق سے بات
وُہ نسخہ بتا جس سے جاگے تو رات

کہا نیند کی ہے دوا سوز و دَرد
کہاں نیند جب غم کرے چہرہ زرد

وُہ آنکھیں نہیں جو کہ گریاں نہیں
وُہ خود دِل نہیں جو کہ بریاں نہیں

تو انکار سے وقت کھوتا ہے کیا
تُجھے کیا خبر عشق ہوتا ہے کیا

مُجھے پُوچھو اور میرے دِل سے یہ راز
مگر کون پُوچھے بجز عشق باز

جو برباد ہونا کرے اختیار
خدا کے لیئے ہے وُہی بختیار

جو اسکے لیئے کھوتے ہیں پاتے ہیں
جو مرتے ہیں وُہ زندہ ہو جاتے ہیں

وُہ ہے وحدہٗ لاشریک اور عزیز
نہیں اسکی مانند کوئی بھی چیز

اگر جاں کروں اسکی رہ میں فدا | تو پھر بھی نہ ہو شکر اس کا ادا
میں چولے کا کرتا ہوں پھر کچھ بیاں | کہ ہے یہ پیارا مجھے جیسے جاں

ذرا جنم ساکھی کو پڑھ اے جواں
کہ انگد نے لکھا ہے اسمیں عیاں

کہ قدرت کے ہاتھوں کی تھی وہ رقم | خدا ہی نے لکھا بفضل و کرم
وہ کیا ہے یہی ہے کہ اللہ ہے ایک | محمدؐ نبی اُس کا پاک اور نیک

بغیر اُسکے دِل کی صفائی نہیں
بجز اُسکے غم سے رہائی نہیں

یہ معیار ہے دِیں کی تحقیق کا!! | کھلا فرق دجّال و صدّیق کا
ذرا سوچو یارو گر انصاف ہے | یہ سب کشمکش اس گھڑی صاف ہے
یہ نانکؒ سے کرنے لگے جب جُدا | رہے زور کر کر کے سب مُدّعا
کہا دور ہو جاؤ تم ہار کے | یہ خلعت ہی ہاتھوں سے کرتار کے
بشر سے نہیں تا اُتارے بشر | خدا کا کلام اُسپہ ہے جلوہ گر
دُعا کی تھی اُسنے کہ اے کردگار | تبا مجھ کو رہ اپنی خود کرکے پیار

یہ چولہ تھا اسکی دُعا کا اثر
یہ قدرت کے ہاتھوں کا تھا سربسر

یہی چھوڑ کر وہ ولی مر گیا | نصیحت تھی مقصد ادا کر گیا

اُسے مُردہ کہنا خطا ہے خطا ۔ کہ زندوں میں وہ زندہ دِل جا ملا

وہ تن گم ہُوا یہ نشاں رہ گیا
ذرا دیکھ کر اُسکو آنسو بہا

کہاں ہے محبت کہاں ہے وفا ۔ پیاروں کا چولہ ہُوا کیوں بُرا
وفادار عاشق کا ہے یہ نشاں ۔ کہ دلبر کا خط دیکھ کر ناگہاں

لگاتا ہے آنکھوں سے ہو کر فدا
یہی دیں ہے دِلدادگاں کا سدا

مگر جس کے دِل میں محبت نہیں ۔ اُسے ایسی باتوں سے رغبت نہیں
اُٹھو جلد تر لاؤ فوٹو گراف ۔ ذرا کھینچو تصویر چولے کی صاف
کہ دُنیا کو ہرگز نہیں ہے بقا ۔ فنا سب کا انجام ہے جز خدا
سو لو عکس جلدی کہ اب ہی ہراس ۔ مگر اس کی تصویر رہ جائے پاس
یہ چولہ کہ قدرت کی تحریر ہے ۔ یہی رہنما اور یہی پیر ہے
یہ انگد نے خود لکھدیا صاف صاف ۔ کہ ہے وہ کلامِ خدا بے گزاف

وہ لکھا ہے خود پاک کرتار نے
اُسی حیّ و قیّوم غفار نے

خدا نے جو لکھا وہ کب ہو خطا ۔ وہی ہے خدا کا کلامِ صفا
یہی راہ ہے جس کو بھولے ہو تم ۔ اُٹھو یارو اب مت کرو راہ گم

یہ نورِ خدا ہے خدا سے ملا
اسے جلد آنکھوں سے اپنی لگا

اسے لوگو تم کو نہیں کچھ خبر   جو کہتا ہوں میں اس پہ رکھنا نظر
زمانہ تعصب سے رکھتا ہے رنگ   کریں حق کی تکذیب سب بے درنگ

وہی دیں کی راہوں کی سنتا ہے بات
کہ ہو متقی مرد اور نیک ذات

مگر دوسرے سارے ہیں پُر عناد   پیارا ہے ان کو غرور اور فساد
بناتے ہیں باتیں سراسر دروغ   نہیں بات میں انکی کچھ بھی فروغ
بھلا بعد چولے کے اے پُر غرور   وہ کیا کسر باقی ہے جس سے تو دور
تو ڈرتا ہے لوگوں سے اے بے ہنر   خدا سے تجھے کیوں نہیں ہے خطر
یہ تحریر چولے کی ہے اک زباں   سنو وہ زباں سے کرے کیا بیاں
کہ دینِ خدا دینِ اسلام ہے   جو ہو منکر اس کا بدانجام ہے
محمدؐ وہ نبیوں کا سردار ہے   کہ جس کا عدو مثلِ مردار ہے
تجھے چولے سے کچھ تو آوے حیا   ذرا دیکھ ظالم کہ کرتا ہے کیا
کہو جو رضا ہو مگر سن لو بات   وہ کہنا کہ جس میں نہیں کچھ ثبات
کہ حق جو سے کرتار کرتا ہے پیار   وہ انساں نہیں جو ہیں حق گزار
کہو جبکہ پوچھے گا مولا حساب   تو بھائی بتاؤ کہ کیا ہے جواب؟

میں کہتا ہوں اک بات اے نیک نام — ذرا غور سے اسکو سُنیو تمام
کہ بیشک یہ چولہ پُر از نور ہے — تمرّد وفا سے بہت دور ہے
دکھائینگے چولہ تمہیں کھول کر — کہ دو اُس کا اُتر ذرا بول کر
یہی پاک چولہ رہا اِک نشاں — گرو سے کہ تھا خلق پر مہرباں
اسی پر دوشالے چڑھے اور زر — یہی فخر سکھوں کا ہے سربسر
یہی ملک و دولت کا تھا اِک ستوں — عمل بد کیئے ہوگئے سرنگوں
خدا کے لیئے چھوڑو اب بغض وکیں — ذرا سوچو باتوں کو ہو کر امیں
وُہ صدق و محبت وہ مہر و وفا — جو نانکؒ سے رکھتے تھے تم برملا
دکھاؤ ذرا آج اُس کا اثر — اگر صدق ہے جلد دوڑو اِدھر
گرو نے تو کرکے دکھایا تمہیں — وُہ رستہ چلو جو بتایا تمہیں
کہاں ہیں جو نانکؒ کے ہیں خاکپا — جو کرتے ہیں اسکے لیئے جاں فدا
کہاں ہیں جو اسکے لیئے مرتے ہیں — جو ہے واک اُس کا وہی کرتے ہیں
کہاں ہیں جو ہوتے ہیں اسپر نثار — جھکاتے ہیں سر اپنے کو کرکے پیار
کہاں ہیں جو رکھتے ہیں صدق و ثبات — گرو سے ملے جیسے شیر و نبات
کہاں ہیں کہ جب اس سے کچھ پاتے ہیں — تعشّق سے قرباں ہُوئے جاتے ہیں
کہاں ہیں جو الفت سے سرشار ہیں — جو مرنے کو بھی دل سے تیار ہیں
کہاں ہیں جو وہ بخل سے دور ہیں — محبت سے نانکؒ کی معمور ہیں

کہاں ہیں جو اس رہ میں پُر جوش ہیں
گرو کے تعشق میں مدہوش ہیں

کہاں ہیں وہ نانک کے عاشق کہاں
کہ آیا ہے نزدیک اب امتحاں

کہاں ہیں جو الفت کا بھرتے ہیں دَم
اطاعت سے سر کو بنا کر قدم

ادھر آئیں دیکھیں یہ تصویر ہے
یہی پاک چولہ جہانگیر ہے

گرو جب کہ اس رہ پہ ہو دیں فدا
وہ چیلہ نہیں جو نہ دے سر جھکا

اگر ہاتھ سے وقت جاوے نکل
تو پھر ہاتھ مل مل کے رونا ہے کل

نہ مردی ہے تیر اور تلوار سے
بنو مرد مردوں کے کردار سے

سنو آتی ہے ہر طرف سے صدا
کہ باطل ہے ہر چیز حق کے سوا

کوئی دن کے مہماں ہیں ہم تم سبھی
خبر کیا کہ پیغام آدے ابھی

گرو نے یہ چولا بنایا شعار
دکھایا کہ اس رہ پہ ہوں ہیں نثار

وہ کیونکر ہو ان نا سعیدوں سے شاد
جو رکھتے نہیں اس سے کچھ اعتقاد

اگر مان لوگے گرو کا یہ واک!
تو راضی کرو گے اسے ہو کے پاک

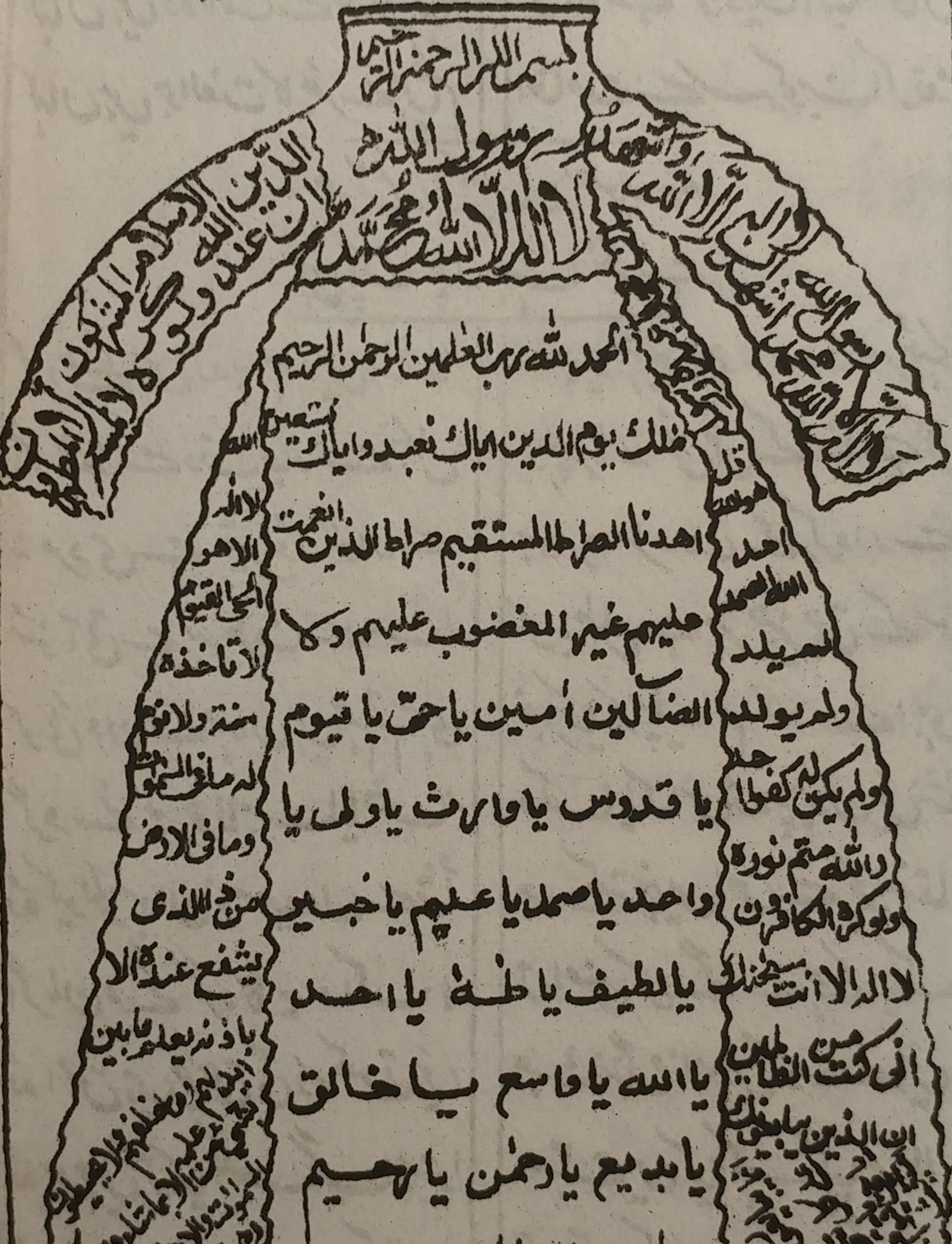
وہ احمق ہیں جو حق کی رہ کھوتے ہیں
عبث ننگ و ناموس کو روتے ہیں

وہ سوچیں کہ کیا لکھ گیا پیشوا
وصیت میں کیا کہہ گیا برملا

کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں
محمد کی رہ پر یقیں رکھتے ہیں

اٹھو سونے والو کہ وقت آ گیا
تمہارا گرو تم کو سمجھا گیا

چولہ بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ



نہ سمجھے تو آخر کو پچھتاؤ گے
گرو کے سراپوں کا پھل پاؤ گے

صداقتِ اسلام پر بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

واہ رے زورِ صداقت خوب دکھلایا اثر | ہو گیا نانک رحؒ نثارِ دینِ احمد سر بسر
جب نظر پڑتی ہے اس چولہ کے سر لفظ پر | سامنے آنکھوں کے آجاتا ہے وہ فرخ گہر
دیکھو اپنے دین کو کس صدق سے دکھلا گیا
وہ بہادر تھا نہ رکھتا تھا کسی دشمن سے ڈر

محمود کی آمین

اولاد کے حق میں دعائیں اور افضالِ الٰہی کا شکریہ

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی | ہمسر نہیں ہے اُس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اسکے سب ہیں فانی | غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی | دل میں مری یہی ہے سُبحان من یرانی

ہی پاک پاک قدرت عظمت ہی اسکی عظمت
ہی عام اسکی رحمت کیونکر ہو شکر نعمت
غیر دل سی کرنا الفت کب چاہیے اسکی غیرت
جو کچھ ہمیں ہی راحت سب اسکی جود و منت
بہتر ہی اسکی طاعت طاعت میں ہی سعادت
سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا
اُس بن نہیں گذارا غیر اسکے جھوٹ سہارا
یا رب ہی تیرا احساں میں تیرے در پہ قرباں
تیرا کرم ہی ہر آں تو ہی رحیم و رحماں
کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہی جو ہی میرا
جب تیرا نور آیا۔ جاتا رہا اندھیرا
تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھکے آیا
صد شکر ہی خدایا۔ صد شکر ہی خدایا
ہو شکر تیرا کیونکر اُے میرے بندہ پرور
تیرا ہی فضل ہی سراسر تو میرا رب اکبر
ہی آج ختم قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں
اُے میرے رب محسن کیونکر ہو شکر احساں

لرزاں ہیں اہل قربت کروبیوں پہ ہیبت
ہم سب ہیں اسکی صنعت اس سی کرو محبت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِيْ
اس سی ہی دلکی بیعت دلمیں ہی اسکی عظمت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِيْ
ہم کو وہی پیارا دلبر وہی ہمارا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِيْ
تو نے دیا ہی ایماں تو ہر زماں نگہباں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِيْ
تو نے ہر اک کرم سی گھر بھر دیا ہی میرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِيْ
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنا میں گایا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِيْ
تو نے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیری چاکر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِيْ
تو نے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِيْ

تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے
کیونکر ہو حمد تیری کب طاقت قلم ہے

تیرا ہوں میں ہمیشہ جبتک کہ دم میں دم ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے قادرِ توانا - آفات سے بچانا
ہم تیرے در پہ آئے ہمنے ہے تجھ کو مانا

غیروں سے دِل غنی ہے جب سے کہ تجھکو جانا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

احقر کو میرے پیارے اِک دم نہ دُور کرنا
بہتر ہے زندگی سے تیرے حضور مرنا

واللہ خوشی سے بہتر غم سے تری گذرنا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

تُو نے ہی میرے جانی خوشیوں کے دِن دکھائے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میری بار و بر ہیں۔ تیرے غلام در ہیں

تُو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

کر ان کو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر انکی خود حفاظت ہو انپہ تیری رحمت

دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اَے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رُتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر

تُو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

شیطاں سے دُور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُر ز نور رکھیو دِل پُر سرور رکھیو

ان پر ہیں تیری قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

میری دُعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تُو مدد ہماری

ہم تیرے در پہ آئے لیکر اُمید بھاری — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

لختِ جگر ہے میرا محمودؔ بندہ تیرا — دے اسکو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا

دن ہوں مُرادوں والے پُرنُور ہو سویرا — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اسکے ہیں دو برادر انکو بھی رکھیو خوشتر — تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر

کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ انکو گندے — کر ان سے دُور یارب دُنیا کے سارے پھندے

چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اَے میرے دل کے پیارے اَے مہرباں ہمارے — کر انکے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے

یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اَی میری جاں کے جانی اَی شاہِ دو جہانی — کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی

دے بخت جاودانی اور فیضِ آسمانی — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

سُن میرے پیارے باری میری دُعائیں ساری — رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے مُنہ کے واری

اپنی پناہ میں رکھیو سُن کر یہ میری زاری — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اَے واحدِ یگانہ اَے خالقِ زمانہ — میری دُعائیں سُن لے اور عرضِ چاکرانہ

تیری سپرد تینوں دیں کے قمر بنانا — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

نکووں سے دِل حزیں ہے جاں درد سے قریں ہے — جو صبر کی تھی طاقت وہ مجھ میں اب نہیں ہے

ہر غم سے دُور رکھنا تو ربِّ عالمیں ہے — یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اقبال کو بڑھانا اب فضل لیکے آنا ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے چھڑانا
خود میری کام کرنا یارب نہ آزمانا یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

یہ تینوں تیری چاکر ہوویں جہاں کے رہبر یہ ہادئی جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجعِ شہاں ہوں یہ ہوویں مہرِ انور یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اہلِ وقار ہوویں۔ فخرِ دیار ہوویں حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
با برگ و بار ہوویں اک سو ہزار ہوویں یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تو ہے جو پالتا ہے۔ ہر دم سنبھالتا ہے غم سے نکالتا ہے دردوں کو ٹالتا ہے
کرتا ہے پاک دل کو حق دل میں ڈالتا ہے یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تو نے سکھایا فرقاں جو ہے مدارِ ایماں جس سے ملے ہے عرفاں اور دور ہووے شیطاں
یہ سب ہے تیرا احساں تجھ پر نثار ہو جاں یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

تیرا نبی جو آیا۔ اُس نے خدا دکھایا دینِ قویم لایا بدعات کو مٹایا
حق کی طرف بلایا۔ مل کر خدا ملایا یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

قرباں ہیں تجھ پہ سارے جو ہیں مرے پیارے احساں ہیں تیرے بھاری گن گن کے ہم تو ہارے
دل خوں ہے غم کے مارے کشتی لگا کنارے یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اس دلمیں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے تجھ سے ہوں میں منور میرا تو تُو قمر ہے
تجھ پر مرا توکل در پر ترے یہ سر ہے یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

جب تجھ سے دل لگایا سو سو ہے غم اٹھایا تن خاک میں ملایا جاں پر وبال آیا

یہ شکر اے خدایا جاں لکھ کے تجھ کو پایا
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

دیکھا ہے تیرا منہ جب چمکا ہے ہم پہ کوکب
مقصود مل گیا سب ہے جام اب لبالب

تیرے کرم سے یارب میرا بر آیا مطلب
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

احباب سارے آئے تُو نے یہ دن دکھائے
تیری کرم نے پیارے یہ مہماں بلائے

یہ دن چڑھا مبارک مقصود جسمیں پائے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

مہماں جو کرکے الفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت

پر دلکو پہنچے غم جب آئی وقتِ رخصت
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

دُنیا بھی اک سرا ہے بچھڑیگا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے۔ آخر کو پھر جدا ہے

شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

اے دوستو پیارو عقبےٰ کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو۔ کچھ کام میں گذارو

دُنیا ہے جائے فانی دل سے اُسے اُتارو
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

جی مت لگاؤ اس سے دلکو چھڑاؤ اس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے بس دُور جاؤ اس سے

یارو یہ اژدہا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

قرآں کتابِ رحماں سکھلائے راہِ عرفاں
جو اسکے پڑھنے والے اُنپر خدا کے فیضاں

ان پر خدا کی رحمت جو اُسپہ لائے ایماں
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں اِن سے ملے ولایت

یہ نور دِل کو بخشے دِل میں کرے سرایت
یہ روز کر مبارک سُبحانَ مَن یَّرانی

قرآں کو یاد رکھنا۔ پاک اعتقاد رکھنا | فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا

اکسیر ہے پیارے صدق و سداد رکھنا

محمود کی آمین

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

مطبوعہ ۱۸۹۷ء قادیان

خدا تعالیٰ کا شکر اور دعا بزبان حضرت اُمّ المؤمنین

ہے عجب میرے خدا میرے یہ احساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے مری سلطاں تیرا

ایک ذرہ بھی نہیں تونے کیا مجھ سے فرق
میرے اس جسم کا ہر ذرہ ہو قرباں تیرا

سر سے پا تک ہیں الٰہی ترے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا

تُونے اس عاجزہ کو چار دیئے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے اور یہ فضل نمایاں تیرا

پہلا فرزند ہے محمود مبارک چوتھا
دونوں کے بیچ بشیر اور شریفاں تیرا

تُونے ان چاروں کی پہلے سے بشارت دی تھی
تُو وُہ حاکم ہے کہ ٹلتا نہیں فرماں تیرا

تیرے احسانوں کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
مجھ پہ بے حد ہے کرم اے مری جاناں تیرا

تخت پر شاہی کے ہے مجھ کو بٹھایا تُونے
دین و دنیا میں ہوا مجھ پہ یہ احساں تیرا

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وُہ زباں
کہ مَیں ناچیز ہوں اور رحم فراواں تیرا

مجھ پہ وُہ لطف کیئے تُونے جو برتر ز خیال
ذات برتر ہے تری پاک ہے ایواں تیرا

چُن لیا تُو نے مجھے اپنی مسیحا کے لیئے
سب سے پہلے یہ کرم ہی میری جاناں تیرا

کسکے دل میں یہ ارادے تھے یہ تھی کسکو خبر
کون کہتا تھا کہ یہ بخت ہے رخشاں تیرا

پر مری پیاری یہی کام ترے ہوتے ہیں
ہے یہی فضل تری شان کے شایاں تیرا

فضل سے اپنے بچا مجھ کو ہر اک آفت سے
صدق سے تھام لیا ہاتھ میں داماں تیرا

کوئی ضایع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
کوئی رسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا

آسمانوں سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا

جسنے دل تجھ کو دیا ہو گیا سب کچھ اُس کا
سب ثناء کرتے ہیں جب ہووے ثنا خواں تیرا

اس جہاںمیں ہی وہ جنت میں ہے بے ریب و گماں
وہ جو اک پختہ توکل سے ہے مہماں تیرا

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا

عمر دے رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھکر یہ کہ پا جائیں وہ عرفاں تیرا

اب مجھے زندگی میں ایسی مصیبت نہ دکھا
بخشدے میری گناہ اور جو عصیاں تیرا

اس جہاں کے نہ بنیں کیڑے یہ کر فضل انپر
ہر کوئی انمیں سے کہلائے مُسلماں تیرا

غیر ممکن ہے کہ تدبیر سے پاؤں یہ مُراد
بات جب بنتی ہے جب سارا ہو ساماں تیرا

بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں
حکم چلتا ہے ہر اک ذرہ پہ ہر آں تیرا

میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا
تُو ہی غفار یہی کہتا ہے قرآں تیرا

صبر جو پہلے تھا اب مجھ میں نہیں ہے پیارے
دُکھ سے اب مجھ کو بچا نام ہے رحماں تیرا

ہر مصیبت سے بچا لے میری آقا ہر دم
حکم تیرا ہے زمیں تیری ہے [illegible] تیرا

اولاد کے حق میں دُعائیں اور پیشگوئیاں

بشیر احمدؐ، شریف احمدؐ اور مبارکہ کی آمین مطبوعہ ۱۹۰۱ء

خدایا اے مرے پیارے خدایا — یہ کیسے ہیں ترے مجھ پر عطایا
کہ تُو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا — کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا
بشیر احمدؐ جسے تُو نے پڑھایا — شفا دی آنکھ کو بینا بنایا
شریف احمدؐ کو بھی یہ پھل کھلایا — کہ اُسکو تُو نے خود فرقاں سکھایا
یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا — کلام حق کو ہے فر فر سُنایا
برس میں ساتویں جب پیر پایا — تو سر پر تاج قرآں کا سجایا
ترے احساں ہیں اے ربّ البرایا — مبارکہ کو بھی پھر تُو نے جلایا
جب اپنے پاس اِک لڑکا بُلایا — تو دے کر چار جلدی سے ہنسایا
غموں کا ایک دن اور چار شادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

اور ان کے ساتھ کی ہے ایک دختر — ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر
کلام اللہ کو پڑھتی ہے فر فر — خدا کا فضل اور رحمت سراسر
ہُوا اِک خواب میں مجھ پہ یہ اظہر — کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزت کا پاوے وہ مقرر — یہی روزِ ازل سے ہے مقدر

خدا نے چار لڑکے اور یہ دختر — عطا کی بس یہ احساں ہی سراسر
یہ کیا احساں ترا ہے بندہ پرور — کروں کس منہ سے شکر اے میری داور
اگر ہر بال ہو جائے سخن ور — تو پھر بھی شکر ہی امکاں سی باہر
کریما دور کر تو ان سے ہر شر — رحیما نیک کر اور پھر معتبر
پڑھایا جس نے اُسپر بھی کرم کر — جزا دے دین اور دنیا میں بہتر
رہِ تعلیم اک تو نے بتا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

دیئے ہیں تو نے مجھ کو چار فرزند — اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے پیوند
بنا ان کو نکو کار و خردمند — کرم سے ان پہ کر راہِ بدی بند
ہدایت کر انہیں میرے خداوند — کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پند
تو خود کر پرورش اے میری اخوند — وہ تیرے ہیں ہماری عمر تا چند
یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

مرے مولا مری یہ اک دعا ہے — تری درگاہ میں عجز و بکا ہے
وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے — زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے — ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے — وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے
عجب محسن ہے تو تجر الایادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

نجات ان کو عطا کر گندگی سے — برات ان کو عطا کر بندگی سے

رہیں خوشحال اور فرخندگی سے — بچانا اے خدا بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال — نہ آوے انکے گھر تک رعبِ دجال
بچانا ان کو ہر غم سے بہرحال — نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پامال
یہی امید ہے دل نے بتادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ — نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ — مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا
یہی امید ہے اے میرے ہادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا — مصیبت کا الم کا بے بسی کا
یہ ہوں میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا — جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے سنادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہمیں اس یار سے تقویٰ عطا ہے — [illegible] ہم سے کہ احسانِ خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے — کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ بقا ہے
یہی آئینۂ خالق نما ہے — یہی اک جوہرِ سیفِ دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے — اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخرِ شانِ اولیا ہے — بجز تقویٰ زیادت انمیں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے — اگر سوچو یہی دار الجزا ہے

ہمیں تقویٰ سے اسنے یہ جزا دی — فسبحان الذي اخزی الاعادي

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ — مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصلِ اسلام تقویٰ — خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ
مسلمانو بناؤ تام تقویٰ — کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی — فسبحان الذي اخزی الاعادي

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد — بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہونگے یہ برباد — بڑھینگے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی — فسبحان الذي اخزی الاعادي

مری اولاد سب تیری عطا ہے — ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیدہ ہیں — یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی — فسبحان الذي اخزی الاعادي

دیئے تو نے مجھے یہ مہر و مہتاب — یہ سب ہیں میرے پیارے تیری اسباب
دکھایا تو نے وہ اے ربِ ارباب — کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی — فسبحان الذي اخزی الاعادي

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کرونگا دور اس مہ سے اندھیرا — دکھاؤنگا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فسبحان الذي اخزی الاعادي

مری ہر بات کو تو نے جلا دی
مری ہر روک بھی تو نے اُٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بنا دی
تری نَصْرًا بَعِیْدًا بھی دِکھا دی
جو دی ہے مجھ کو وہ کِس کو عطا دی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

بہار آئی ہے اب وقتِ خزاں ہے
لگے ہیں پھول میری بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اس داستاں میں
ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں
عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں
ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

کروں کیونکر ادا میں شکرِ باری
فِدا ہو اس کی رہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے منّت اسکی بھاری
چلی اس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بگڑی ہوئی اُسنے بنا دی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دشمن اُتارے
ہمارے کر دیئے اونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُنکے شرارے
نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

تری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر
مری جاں تیرے فضلوں کی پناہ گیر

حریفوں کو لگے ہر سمت سے تیر
گرفتار آ گئے جیسے کہ نخچیر
ہُوا آخر وُہی جو تیری تقدیر
بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر
خدا نے ان کی عظمت سب اُڑا دی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

مری اُسنے ہر اِک عزت بنا دی
مخالف کی ہر اک شیخی مٹا دی
مُجھے ہر قسم کی اُسنے عطا دی
سعادت دی ارادت دی وفا دی
ہر اک آزار سے مُجھ کو شفا دی
مرض گھٹتا گیا جُوں جُوں دوا دی
محبت غیر کی دِل سے ہٹا دی
خدا جانے کہ دِل کو کیا سُنا دی
دوا دی اور غذا دی اور قبا دی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

مُجھے کب خواب میں بھی تھی یہ اُمّید
کہ ہوگا میرے پر یہ فضل جاوید
ملی یوسف کی عزت لیک بے قید
نہ ہو تیرے کرم سے کوئی نومید
مُراد آئی گئی سب نامرادی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

تری رحمت عجب ہے اے مرے یار
ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار
غریقوں کو کرے اِکدم میں تُو پار
جو ہو نومید تجھ سے وُہ ہے مُردار
وہ ہو آوارۂ ہر دشت و وادی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

ہُوئے ہم تیرے اے قادر توانا
ترے در کے ہُوئے اور تجھ کو مانا
ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا
مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفّار و ہادی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

تجھے دُنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا

تو پھر ہے کس قدر اسکو سہارا
کہ جس کا تُو ہی ہے سب سے پیارا

ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہیں کیونکر گِن سکوں تیری عنایات
ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے دن رات

مری خاطر دکھائیں تُو نے آیات
ترحّم سے مری سُن لی ہر اِک بات

کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات
عطا کیں تُو نے سب میری مرادات

پڑا پیچھے مرے جو غولِ بدذات
پڑی آخر خود اُس مُوذی پہ آفات

ہوا انجام سب کا نامُرادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بنائی تُو نے پیارے میری ہر بات
دکھائے تو نے احساں اپنے دن رات

ہر اِک میداں میں دیں تُو نے فتوحات
بداندیشوں کو تُو نے کر دیا مات

ہر اک بگڑی ہوئی تُو نے بنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری نصرت سے اب دشمن تبہ ہے
ہر اِک جا میں ہمارا تو پنہ ہے

ہر اک بدخواہ اب کیوں رُوسیہ ہے
کہ وہ مثلِ خسوفِ مہر و مہ ہے

سیاہی چاند کی مُنہ نے دِکھا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ترے فضلوں سے جاں بُستاں سرا ہے
ترے ذرّوں سے دل شمس الضحیٰ ہے

اگر اندھوں کو انکار و اِبا ہے
وہ کیا جانے کہ اس سینہ میں کیا ہے

کہاں جو کچھ کہیں کسر پہ خدا ہے
پھر آخر ایک دن روزِ جزا ہے

بدی کا پھل بدی اور نامرادی — فسبحان الذي اخزى الاعادي

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا — تجھے پایا ہر اک مطلوب پایا

ہر اک عاشق نے ہے اک بُت بنایا — ہمارے دِل میں یہ دلبر سمایا

وُہی آرامِ جاں اور دِل کو بھایا — وُہی جسکو کہیں رَبُّ البرایا

ہُوا ظاہر وُہ مجھ پر بالایادی — فسبحان الذي اخزى الاعادي

مجھے اُس یار سے پیوندِ جاں ہے — وُہی جنت وُہی دار الاماں ہے

بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے — محبت کا تو اِک دریا رواں ہے

یہ کیا اِحساں ہیں تیرے میرے ہادی — فسبحان الذي اخزى الاعادي

تری رحمت کی کچھ قلت نہیں ہے — تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے

شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے — مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے

یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی — فسبحان الذي اخزى الاعادي

ترے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں — وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھکو پاؤں

محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں — خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں

محبت چیز کیا کس کو بتاؤں — وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں

میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں — یہی بہتر کہ خاک اپنی اُڑاؤں

کہاں ہم اور کہاں دُنیائے مادی — فسبحان الذي اخزى الاعادي

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے — کرے پاک آپ کو تب اسکو پاوے

جو مرتا ہے وُہی زندوں میں جاوے — جو جلتا ہے وُہی مُردے جلاوے
ثمر ہے دُور کا کب غیر کھاوے — چلو اُوپر کو وُہ پیچھے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کَون لاوے — غریقِ عشق وُہ موتی اُٹھاوے
مجھے تُو نے یہ دولت اَے خدا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

کہاں تک حرص وشوقِ مالِ فانی — اُٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
کہاں تک جوشِ آمال و امانی — یہ سَو سَو چھید ہیں تُم میں نہانی
تو پھر کیونکر ملے وُہ یارِ جانی — کہاں غربال میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فکرِ ملکِ جاودانی — یہ ملک ومال ہے جھُوٹی کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی — مگر دِل میں یہی ہے تم نے ٹھانی
خدا کی ایک بھی تُم نے نہ مانی — ذرا سوچو یہی ہے زندگانی
خدا نے اپنی رہ مُجھکو بتا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت — دِکھاؤ جلد تر صدق و انابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت — کہ یاد آجائیگی جس سے قیامت
مُجھے یہ بات مَولا نے بتا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

مسلمانوں پہ تب اِدبار آیا — کہ جب تعلیمِ قرآں کو بُھلایا
رسولِ حق کو مٹّی میں سُلایا — مسیحا کو فلک پر ہے چڑھایا
یہ توہیں کر کے پھل وَیسا ہی پایا — اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا

خدا نے پھر تمہیں اب ہے بُلایا
کہ سوچو عزتِ خیر البرایا
ہمیں یہ رہ خدا نے خود دِکھادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

کوئی مُردوں میں کیونکر راہ پاوے
مرے تب بیگماں مُردوں میں جاوے
خدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں میں لاوے
وُہ خود کیوں مُہرِ ختمیت مٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وُہ بھی آوے
کوئی اِک نام ہی ہم کو بتاوے
تمہیں کس نے یہ تعلیمِ خطا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

وُہ آیا منتظر تھے جسکے دِن رات
معمہ کھُل گیا روشن ہوئی بات
دِکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دیدیں شہادات
پھر اسکے بعد کون آئیگا ہیہات
خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اِک جہاں کو یہ سُنادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مسیحِ وقت اب دُنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دِن ہے دِکھایا
مُبارک وُہ جو اَب ایمان لایا
صحابہؓ سے مِلا جب مجھکو پایا
وُہی مے اُنکو ساقی نے پِلادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے
وُہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمینِ قادیاں اب محترم ہے
ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے
ظہورِ عون و نصرت دمبدم ہے
حسد سے دشمنوں کی پشت خم ہے
سُنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے
سِتم اب مائلِ مُلکِ عدم ہے

خدا نے ردک ظلمت کی اُٹھا دی
فسبحان الذي اخزى الاعادي

باطنی پاکیزگی

یارو خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک وصاف بناؤ گے یا نہیں

باطل سے میل دلکی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کیطرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

کب تک رہو گے ضدّ و تعصب میں ڈوبتے
آخر قدم بصدق اُٹھاؤ گے یا نہیں

کیونکر کرو گے ردّ جو محقق ہے ایک بات
کچھ ہوش کر کے عذر سناؤ گے یا نہیں

سچ سچ کہو اگر نہ بنا تم سے کچھ جواب
پھر بھی یہ مُنہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں

ویدوں کا انجام

اُن کو سودا ہؤا ہے ویدوں کا
اُن کا دل مبتلا ہے ویدوں کا

آریو اس قدر کرو کیوں جوش
کیا نظر آگیا ہے ویدوں کا

نہ کیا ہے نہ کرسکے پیدا
سوچ لو یہ خدا ہے ویدوں کا

عقل رکھتے ہو آپ ہی سوچو — کیوں بھروسہ کیا ہے ویدوں کا
بے خدا کوئی چیز کیونکر ہو — یہ سراسر خطا ہے ویدوں کا
ناستک مت کے وید ہیں حامی — بس یہی مدعا ہے ویدوں کا

ایسے مذہب کبھی نہیں چلتے
کال سر پر کھڑا ہے ویدوں کا

نسیمِ دعوت

نام اِس کا نسیمِ دعوت ہے — آریوں کے لیئے یہ رحمت ہے
دلِ بیمار کا یہ درماں ہے — طالبوں کا یہ یارِ خلوت ہے
کفر کے زہر کو یہ ہے تریاق — ہر ورق اِس کا جامِ صحت ہے
غور کر کے اسے پڑھو یارو — یہ خدا کے لیئے نصیحت ہے
خاکساری سے ہم نے لکھا ہے — نہ تو سختی نہ کوئی شدت ہے
قوم سے مت ڈرو خدا سے ڈرو — آخر اسکی طرف ہی رحلت ہے
سخت دل کیسے ہو گئے ہیں لوگ — سر پہ طاعون ہے پھر بھی غفلت ہے

ایک دنیا ہے مر چکی اب تک
پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے

آریوں کی افسوسناک حالت کا نقشہ

آریوں پر ہے صد ہزار افسوس
دِل میں آتا ہے بار بار افسوس

ہو گئے حق کے سخت نافرماں
کر دیا دیں کو قوم پر قرباں

وہ نشاں جن کی روشنی سے جہاں
ہو گئے بیدار ہو گیا لرزاں

اُن نشانوں سے ہیں یہ انکاری
پر کہاں تک چلے گی طرّاری

ان کے باطن میں اک اندھیرا ہے
کین و نخوت نے آ کے گھیرا ہے

لڑ رہے ہیں خدائے یکتا سے
باز آتے نہیں ہیں غوغا سے

قوم کے خوف سے وہ مرتے ہیں
سو نشاں دیکھیں کب وہ ڈرتے ہیں

موت لیکھو بڑی کرامت ہے
پر سمجھتے نہیں یہ شامت ہے

میرے مالک تو اِن کو خود سمجھا
آسماں سے پھر اِک نشاں دِکھلا

[illegible]

تبلیغ کا حق

کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں
ہم نے سَو سَو طرح سے سمجھایا

اس غرض سے کہ زندہ یہ ہو ویں
ہم نے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا

بھر گیا باغ اب تو پھولوں سے
آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

رسالہ تشحیذ ستمبر ۱۹۰۹ء

درد مندانہ صدا

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال	دِل میں اُٹھتا ہے مری سَو سَو اُبال
اس قدر کین و تعصب بڑھ گیا	جس سے کچھ ایمان جو تھا وہ سڑ گیا

کیا یہی تقویٰ یہی اسلام تھا
جس کے باعث سے تمہارا نام تھا

ر تشحیذ الہی
ص ۱۱۵ سنہ ۱۹۰۲ء

تکبّر کی مذمت

الٰہی بخشش کے کیسے تھے یہ تیر	کہ آخر ہو گیا اُن کا وہ نخچیر
اسی پر اسکی لعنت کی پڑی مار	کوئی ہم کو تو سمجھا دے یہ اسرار
تکبّر سے نہیں مِلتا وہ دلدار	مِلے جو خاک سے اسکو ملے یار
کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے	کرے پاک آپ کو تب اُسکو پاوے
پسند آتی ہے اسکو خاکساری	تذلل ہے رہِ درگاہِ باری

عجب ناداں ہے وُہ مغرور و گمراہ   کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہی بدراہ

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے

مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

(تتمہ حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء)

وفات صاحبزادہ مرزا مبارک احمد

جگر کا ٹکڑا[1] مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خُو تھا
وُہ آج ہم سے جُدا ہُوا ہے ہمارے دِل کو حزیں بنا کر

کہا کہ آئی ہے نیند مجھ کو یہی تھا آخر کا قول لیکن
کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر

برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اُسے بُلایا
بُلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اَے دِل تو جاں فدا کر

(لوح مزار مرزا مبارک احمد بہشتی مقبرہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء)

[1] میں جو غلام احمد خدا کا مسیح موعود ہوں مبارک احمد جس کا اوپر ذکر ہے۔ میرا لڑکا تھا۔ وُہ بتاریخ ۷۔ شعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بروز دو شنبہ۔ بوقت نماز صبح وفات پا کر الہامی پیشگوئی کے موافق خدا کو جا ملا۔ کیونکہ خدا نے میری زبان پر اسکی نسبت فرمایا تھا کہ وُہ خدا کے ہاتھ سے دنیا میں آیا ہے۔ اور چھوٹی عمر میں خدا کی طرف واپس جائیگا ۱۲ منہ

قرآن کریم کے زندہ کلام ہونے اور اپنے دعاوی صداقت پر

ہے شکر ربِّ عزّ وجل خارج از بیاں
جس کے کلام سے ہمیں اسکا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اس سے ہمارا پاک دل وسینہ ہوگیا
وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا

اسنے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا

اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہوگیا
شیطاں کا مکر و وسوسہ بیکار ہوگیا

وہ رہ جو ذاتِ عزّ وجل کو دکھاتی ہے
وہ رہ جو دل کو پاک و مطہّر بناتی ہے

وہ رہ جو یارِ گمشدہ کو کھینچ لاتی ہے
وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے

وہ رہ جو اسکے ہونے پہ محکم دلیل ہے
وہ رہ جو اسکے پانیکی کامل سبیل ہے

اسنے ہر ایک کو وہی رستہ بتادیا
جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہوگئی
ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہوگئی

جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
چلنے لگی نسیم عنایات یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اسکے پلٹ گئی
عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اٹ گئی

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

موجود ہے اسکی پردے وساوس کے پھٹ گئے
جو کفر اور فسق کے ٹیلے تھے کٹ گئے

قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اسکے معرفت کا چمن نا تمام ہے

جو لوگ شک کی سردیوں سے تھرتھراتے ہیں
اس آفتاب سے وہ عجب دھوپ پاتے ہیں

دنیا میں جسقدر ہے مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرہ بھر

پر یہ کلام نورِ خدا کو دکھاتا ہے
اسکی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

جس دین کا صرف قصوں پہ سارا مدار ہے
وہ دین نہیں ہے ایک فسانہ گذار ہے

سچ پوچھیئے تو قصوں کا کیا اعتبار ہے
قصوں میں جھوٹ اور خطا بے شمار ہے

ہے دین وہی کہ صرف وہ اک قصہ گو نہیں
زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہ یقیں

ہے دین وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں
خود اپنی قدرتوں سے دکھا دے کہ ہے کہاں

جو معجزات سنتے ہو قصوں کے رنگ میں
انکو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں

جتنے ہیں فرقے سب کا یہی کاروبار ہے
قصوں میں معجزوں کا بیاں بار بار ہے

پر اپنے دیں کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشاں
گویا وہ ربّ ارض و سما اب ہے ناتواں

گویا اب اس میں طاقت و قدرت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ زور وہ شوکت نہیں رہی

یا یہ کہ اب خدا میں وہ رحمت نہیں رہی
نیت بدل گئی ہے وہ شفقت نہیں رہی

ایسا گماں خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے
ایسے گماں کی نوبت آخر ہلاک ہے

سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے
اب ان میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سے گذر گئے

پابند ایسے دینوں کے دنیا پرست ہیں
غافل ہیں ذوقِ یار سے دنیا میں مست ہیں

مقصود اُن کا جینے سے دُنیا کمانا ہے
مومن نہیں ہیں وُہ کہ قدم فاسقانہ ہے

تم دیکھتے ہو کیسے دِلوں پر ہیں انکے زنگ
دُنیا ہی ہو گئی ہے غرض دِیں سے آئی تنگ

وُہ دِیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہنما نہیں
ایسا خدا ہے اس کا کہ گویا خدا نہیں

پھر اس سے سچّی راہ کی عظمت ہی کیا رہی
اور خاص وجہ صفوتِ مِلّت ہی کیا رہی

نورِ خدا کی اس میں علامت ہی کیا رہی
توحید خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی

لوگو سُنو! کہ زندہ خدا وُہ خدا نہیں
جس میں ہمیشہ عادتِ قدرت نما نہیں

مُردہ پرست ہیں وُہ جو قصّہ پرست ہیں
پس اسلیئے وُہ مَوردِ ذِلّ و شکست ہیں

بِن دیکھے دِل کو دوستو پڑتی نہیں ہے کل
قصّوں سے کیسے پاک ہو یہ نفسِ پُرخلل

کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہ کہانیاں
پر دیکھو کیسے ہو گئے شیطاں سے ہمعناں

ہر دَم نشانِ تازہ کا محتاج ہے بشر
قصّوں کے معجزات کا ہوتا ہے کب اثر

کیونکر ملے فسانوں سے وُہ دلبرِ ازل
گر اک نشاں ہو ملتا ہے سب زندگی کا پھل

قصّوں کا یہ اثر ہے کہ دِل پُر فساد ہے
ایماں زباں پہ سینہ میں حق سے عناد ہے

دُنیا کی حرص و آز میں یہ دِل ہیں مر گئے
غفلت میں ساری عمر بسر اپنی کر گئے

اَے سونیوالو جاگو کہ وقتِ بہار ہے
اب دیکھو آکے در پہ ہمارے وہ یار ہے

کیا زندگی کا ذوق اگر وُہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اس سے ہیں جدا

اُس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدّعا
جنّت بھی ہے یہی کہ ملے یارِ آشنا

اَے حُبِّ جاہ والو! یہ رہنے کی جا نہیں
اسمیں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

دیکھو تو جا کے اُن کے مقابر کو اِک نظر — سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کِدھر

اِک دِن وُہی مقام تمہارا مقام ہے — اِک دن یہ صبحِ زندگی کی تیرہ شام ہے

اِک دِن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائینگے — پھر دفن کر کے گھر میں تاسّف سے آئینگے

اے لوگو! عیشِ دُنیا کو ہرگز بقا نہیں — کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کِدھر گئے — کِسنے بُلا لیا وُہ سبھی کیوں گزر گئے

وُہ دِن بھی ایک دِن تمہیں یارو نصیب ہے — خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو — نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

مِلتی نہیں عزیزو فقط قصّوں سے یہ راہ — وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گہ بگاہ

وہ لغو دیں ہے جسمیں فقط قِصّہ جات ہیں — اُن سے رہیں الگ جو سعیدالصّفات ہیں

صد حیف اس زمانہ میں قِصّوں پہ ہے مدار — قِصّوں پہ سارا دیں کی سچائی کا انحصار

پر نقد معجزات کا کچھ بھی نشاں نہیں — پس ہے خدائے قصّہ خدائے جہاں نہیں

دُنیا کو ایسے قِصّوں نے یکسر تبہ کیا — مشرک بنا کے کفر دیا رُو سیہ کیا

جس کو تلاش ہے کہ مِلے اُسکو کردگار — اسکے لیئے حرام جو قِصّوں پہ ہو نثار

اس کا تو فرض ہے کہ وُہ ڈھونڈے خدا کا نُور — تا ہووے شک و شبہ سبھی اُسکے دل کا دُور

تا اسکے دل پہ نُورِ یقیں کا نزول ہو — تا وُہ جنابِ عزّوجلّ میں قبول ہو

قِصّوں سے پاک ہونا کبھی کیا مجال ہے — سچ جانو یہ طریق سراسر محال ہے

قِصّوں سے کب نجات مِلے ہے گناہ سے — ممکن نہیں وصالِ خدا ایسی راہ سے

مُردہ سے کب اُمید کہ وہ زندہ کر سکے — اس سے تو خود محال کہ رہ بھی گذر سکے

وہ رہ جو ذات عزّوجل کو دکھاتی ہے — وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ رہ جو یارِ گمشدہ کو ڈھونڈلاتی ہے — وہ رہ جو جامِ پاکِ یقیں کا پلاتی ہے

وہ تازہ قدرتیں جو خدا پر دلیل ہیں — وہ زندہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں

ظاہر ہے یہ کہ قصّوں میں ان کا اثر نہیں — افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں

اس بے نشاں کی چہرہ نمائی نشاں سے ہے — سچ ہے کہ سب ثبوتِ خدائی نشاں سے ہے

کوئی بتائے ہم کو کہ غیروں میں یہ کہاں — قصّوں کی چاشنی میں حلاوت کا کیا نشاں

یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھایئے — ورنہ گزاف قصّوں پہ ہرگز نہ جایئے

جب سے کہ قصّے ہو گئے مقصود راہ میں — آگے قدم ہے قوم کا ہر دم گناہ میں

تم دیکھتے ہو قوم میں عفّت نہیں رہی — وہ صدق وہ صفا وہ طہارت نہیں رہی

مومن کے جو نشاں ہیں وہ حالت نہیں رہی — اس یارِ بے نشاں کی محبت نہیں رہی

اک سیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے — سنتے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے

کیوں بڑھ گئی زمیں پہ بُرے کام اسقدر — کیوں ہو گئے عزیزو یہ سب لوگ کور و کر

کیوں اب تمہارے دلمیں وہ صدق و صفا نہیں — کیوں اسقدر ہے فسق کہ خوف و حیا نہیں

کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے — کچھ اک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے

اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی — دنیائے دوں کی دلمیں محبت سما گئی

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے — جتنے خیال دلمیں تھے ناپاک ہو گئے

ہر دم کے خبث و فسق سے دل پر پڑی حجاب — آنکھوں سے انکی چھپ گیا ایماں کا آفتاب

جس کو خدائے عزوجل پر یقیں نہیں
اس بدنصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں

پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
وہ اس سے ملکے دل کو اسی سے ملاتے ہیں

وہ اسکے ہو گئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں
ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں

جس مے کو پی لیا ہے وہ اس مے سے مست ہیں
سب دشمن انکے انکے مقابل میں پست ہیں

کچھ ایسے مست ہیں وہ رخِ خوب یار سے
ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے

ان سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
یہ اسلیئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں

ان کو خدا نے غیروں سے بخشی ہے امتیاز
ان کے لیئے نشاں کو دکھاتا ہے کارساز

جب دشمنوں کے ہاتھوں سے وہ تنگ آتے ہیں
جب بدشعار لوگ انہیں کچھ ستاتے ہیں

جب انکے مارنے کیلیئے چال چلتے ہیں
جب ان سے جنگ کرنیکو باہر نکلتے ہیں

تب وہ خدائے پاک نشاں کو دکھاتا ہے
غیروں پہ اپنا رُعب نشاں سے جماتا ہے

کہتا ہے یہ تو بندۂ عالی جناب ہے
مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنیکی تاب ہے

اس ذات پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے
آخر وہ اسکے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے

جن کو نشانِ حضرتِ باری ہوا نصیب
وہ اس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب

کھنچے گئے کچھ ایسے کہ دنیا سے سو گئے
کچھ ایسا نور دیکھا کہ اسکے ہی ہو گئے

بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے
اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اسکی چاہ سے

تصویرِ شیر سے نہ ڈرے کوئی گوسفند
نے مارِ مُردہ سے ہے کچھ اندیشۂ گزند

پھر وہ خدا جو مُردہ کی مانند ہے پڑا
پس کیا امید ایسے سے اور خوف اس سے کیا

ایسے خدا کے خوف سے دل کیسے پاک ہو
سینہ میں اُسکے عشق سے کیونکر تپاک ہو

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل
کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

دیدار اگر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حُسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

جب تک خدائے زندہ کی تمکو خبر نہیں
بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں

سو روگ کی دوا یہی وصل الٰہی ہے
اس قید میں ہر ایک گنہ سے رہائی ہے

پر جس خدا کے ہونیکا کچھ بھی نہیں نشاں
کیونکر نثار ایسے پہ ہو جائے کوئی جاں

ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے
پر پھر بھی غافلوں سے وُہ دلدار دور ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانیوالے یہ نسخہ بھی آزما

عاشق جو ہیں وُہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں
جب مر گئے تو اُسکی طرف کھینچے جاتے ہیں

یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
دلبر کی مرنیوالوں پہ ہر دم نگاہ ہے

ناپاک زندگی ہے جو دُوری میں کٹ گئی
دیوارِ زہدِ خشک کی آخر کو پھٹ گئی

زندہ وُہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں
مقبول بنکے اُسکے عزیز و حبیب ہیں

وُہ دُور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں
ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و غرور ہیں

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اس یار کے لیئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو

لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزّت کو چھوڑ دو

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکۂ عرش کا نزول

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لیے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

شوخی و کبر دیوِ لعیں کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے

اے کرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غفور کو

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفت جو شرطِ دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
تقویٰ کی راہ سے وہ بہت دور جاتے ہیں

بے احتیاط انکی زباں وار کرتی ہے
اک دم میں اس حکیم کو بیزار کرتی ہے

اک بات کہہ کے اپنے عمل سارے کھوتے ہیں
پھر شوخیوں کا بیج ہر اک دل میں بوتے ہیں

کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن
اٹھتے نہیں ہیں ہم نے تو سو سو کئے جتن

سب عضو سست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی
قوت تمام نوکِ زباں میں ہی آ گئی

یا بدزباں دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بدگماں
باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں

تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگمان سے
ڈرتے رہو عقابِ خدائے جہان سے

شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بد نما

شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو
شاید وہ آزمائشِ ربِّ غفور ہو

پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
خود سر پہ اپنے لے لیا خشمِ خدائے پاک

گر ایسے تم دلیریوں میں بیحیا ہوئے — پھر اتقا کے سوچو تو معنے ہی کیا ہوئے

تو ایسے بھی بدگمانی سے شرمندہ ہو گیا — قرآں میں خضر نے جو کیا تھا پڑھو ذرا

بندو نہیں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار — تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے — یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطر گئے

بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا — جو ایک بات کہکے ہی دوزخ میں جا گرا

پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے — ڈرتے رہو عقوبتِ ربّ العباد سے

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائیگا — سیدھا خدا کے فضل سے جنّت میں جائیگا

وہ اک زباں ہے عضو نہانی ہے دوسرا — یہ ہے حدیثِ سیّدنا سیّد الورٰی

پر وہ جو مجھ کو کاذب و مکّار کہتے ہیں — اور مفتری و کافر و بدکار کہتے ہیں

ان کے لیئے تو بس ہے خدا کا یہی نشاں — یعنی وہ فضل اسکے جو مجھ پر ہیں بے زباں

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا — گمنام پاکے شہرۂ عالم بنا دیا

جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا — میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی — جو اُسنے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی

ایسے بدوں سے اسکے ہوں ایسے معاملات — کیا یہ نہیں کرامت و عادت سے بڑھکے بات

جو مفتری ہے اس سے یہ کیوں اتحاد ہے — کسکو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے

مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے رنگ میں — آخر ذلیل ہو گئے انجام جنگ میں

ان کینوں میں کسیکو بھی ارماں نہیں رہا — سب کی مراد تھی کہ میں دیکھوں رہ فنا

تھے چاہتے کہ مجھ کو دکھائیں عدم کی راہ
یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ

یا کم سے کم یہ ہو کہ مَیں زنداں میں جا پڑوں
یا یہ کہ ذِلتوں سے مَیں ہو جاؤں سرنگوں

یا مخبری سے اُنکے کوئی اَور ہی بلا
آ جائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دُعا

پس اَیسے ہی ارادوں سے کرکے مقدمات
چاہا گیا کہ دن مرا ہو جائے مجھ پہ رات

کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی
پھر اتّفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی

مجھ کو ہلاک کرنیکو سب ایک ہو گئے
سمجھا گیا مَیں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے

آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
جو عالم القلوب و علیم و خبیر ہے

اُترا مری مدد کے لئے کر کے عہد یاد
پس رہ گئے وہ سارے سیہ روئی و نامراد

مجھ اَیسا فضل حضرت ربّ الوریٰ ہوا
سب دشمنونکے دیکھکے اَوسان ہو گئے خطا

اِک قطرہ اُسکے فضل نے دریا بنا دیا
مَیں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا

مَیں تھا غریب و بیکس و گمنام بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اسطرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہوا

پر پھر بھی جنکی آنکھ تعصب سے بند ہے
ان کی نظر میں حال مرا ناپسند ہے

مَیں مفتری ہوں اُنکی نگاہ و خیال میں
دُنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اسکی جناب میں

توریت میں بھی نیز کلامِ مجید میں
لکھا گیا ہے رنگ وعید شدید میں

کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا — ہوگا وہ قتل ہی یہی اس جرم کی سزا

پھر یہ عجیب غفلتِ ربِّ قدیر ہے — دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شریر ہے

پچیس سال سے ہے وہ مشغولِ افترا — ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہی رہا

ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے ایک بات — کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات

پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا — گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا

پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیانِ دیں — ایسے کے قتل کرنے کو فاعل ہوں یا معیں

کرتا نہیں ہے انکی مدد وقتِ انتظام — تا مفتری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام

ایسا تو اس کا وعدہ رہا سارا طاق پر — امدوں کی سعی و جہد پہ بھی کچھ نہیں نظر

کیا وہ خدا نہیں ہے جو فرقاں کا ہے خدا — پھر کیوں وہ مفتری سے کرے اسقدر وفا

آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مفتری — کرتا ہے ہر مقام میں اسکو خدا بری

جب دشمن اسکو پیچ میں کوشش سے لاتے ہیں — کوشش بھی اسقدر کہ وہ بس مر ہی جاتے ہیں

اک اتفاق کرکے وہ باتیں بناتے ہیں — سو جھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں

پھر بھی وہ نامراد مقاصد میں رہتے ہیں — جاتا ہے بے اثر وہ جو سو بار کہتے ہیں

ذلت ہیں چاہتے یہاں اکرام ہوتا ہے — کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے

اے قوم کے سر آمدہ اے حامیانِ دیں! — سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں

تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتقا — پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا!

ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد — جب مجھ پہ کی تھی تہمتِ خوں از رہِ فساد

جب آپ لوگ اس سے ملے تھے بدیں خیال ۔ تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال
پر وُہ خدا جو عاجز و مسکیں کا ہے خدا ۔ حاکم کے دل کو میری طرف اسنے کر دیا
تمنے تو مجھکو قتل کرانے کی ٹھانی تھی ۔ یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی
تھے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کھینچا جائے ۔ تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے
جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی یہ ملی سزا ۔ آخر مری مدد کے لیئے خود اُٹھا خدا
ڈگلس پہ سارا حال برّیت کا کھل گیا ۔ عزت کیساتھ تب میں وہاں سے بری ہوا
الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت تھا یہ کام ۔ تھا ایک پادری کیطرف سے یہ اتّہام
جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میری برخلاف ۔ اِک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف
دیکھو یہ شخص اب تو سزا اپنی پائے گا ۔ اب بن سزائے سخت یہ بچ کر نہ جائیگا
اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور ۔ اب قید یا صلیب ہے اِک بات ہے ضرور
بعضونکو بد دُعائیں بھی تھیں ایک انہماک ۔ اتنی دُعا کہ گھس گئی سجدے میں انکی ناک
القصّہ جہد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا ۔ اِک سُو تھا مکر اِک طرف تھا سجدہ و دُعا
آخر خدا نے دی مجھے اس آگ سے نجات ۔ دشمن تھے جتنے انکی طرف کی نہ التفات
کیسا یہ فضل اس سے نمودار ہو گیا ۔ اِک مفتری کا وُہ بھی مددگار ہو گیا
اُس کا تو فرض تھا کہ وُہ وعدہ کو کر کے یاد ۔ خود مارتا وہ گردنِ کذّابِ بد نہاد
گر اُس سے رہ گیا تھا کہ وہ خود دکھائے ہاتھ ۔ اتنا تو سہل تھا کہ تمہارا بٹائے ہاتھ
یہ بات کیا ہوئی کہ وُہ تم سے الگ رہا ۔ کچھ بھی مدد نہ کی نہ سُنی کوئی بھی دُعا

جو مفتری تھا اسکو تو آزاد کر دیا
سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا

سب جد و جہد و سعی اکارت چلی گئی
کوشش تھی جس قدر وُہ بغارت چلی گئی

کیا "راستی کی فتح" نہیں وعدۂ خدا
دیکھو تو کھول کر سخن پاک کبریا

پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت پلٹ گئی
یا خود تمہاری چادرِ تقویٰ ہی پھٹ گئی

کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تُم ہی یار ہو
پھر میرے فائدہ کا ہی سب کاروبار ہو

پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
پاتا ہُوں ہر قدم میں خدا کے تفضلات

دیکھو وُہ بھیں کا شخص کرم دین ہے جسکا نام
لڑنے میں جسنے نیند بھی اپنے پہ کی حرام

جسکی مدد کیو اسطے لوگوں میں جوش تھا
جس کا ہر ایک دشمنِ حق عیب پوش تھا

جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی
جسکی مدد کیو اسطے آئے تھے مولوی

اُنمیں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
اپنا بیاں لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے

ہُشیاری مستغیث بھی اپنی دکھاتا تھا
سَو سَو خلاف واقعہ باتیں بناتا تھا

پر اپنے بد عمل کی سزا کو وُہ پا گیا
ساتھ اسکے یہ کہ نام بھی کاذب رکھا گیا

کذّاب نام اس کا دفاتر میں رہ گیا
چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا بہ گیا

اَے ہوش و عقل والو! یہ عبرت کا ہے مقام
چالاکیاں تو ہیچ ہیں تقویٰ سے ہو دیں کام

جو متّقی ہے اُس کا خدا خود نصیر ہے
انجام فاسقوں کا عذاب سعیر ہے

جڑ ھ ہے ہر ایک خیر و سعادت کی اتقا
جسکی یہ جڑ ھ رہی ہے عمل اُس کا سب رہا

مومن ہی فتح پاتے ہیں انجام کار میں
ایسا ہی پاؤ گے سخن کردگار میں

کوئی بھی مفتری ہمیں دنیا میں اب دکھا
جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا

اس بد عمل کی قتل سزا ہے نہ یہ کہ ریت
بس کس طرح خدا کو پسند آ گئی یہ ریت

کیا تھا یہی معاملہ پاداشِ افترا
کیا مفتری کے بارے میں وعدہ یہی ہوا

کیوں ایک مفتری کا وہ ایسا ہے آشنا
یا بے خبر ہے عیب سے دھوکے میں آ گیا

آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار
بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار

تم بدبنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے
یہ بھی تو ہیں نشاں جو نمودار ہو گئے

تاہم وہ دوسرے بھی نشاں ہیں ہمارے پاس
لکھتے ہیں اب خدا کی عنایت سے بے ہراس

جس دل میں رچ گیا ہے محبت سے اس کا نام
وہ خود نشاں ہے نیز نشاں سارے اسکے کام

کیا کیا نہ ہم نے نام رکھائے زمانہ سے
مردوں سے نیز فرقۂ نادانِ زمانہ سے

انکے گماں میں ہم بد و بدحال ہو گئے
انکی نظر میں کافر و دجال ہو گئے

ہم مفتری بھی بن گئے ان کی نگاہ میں
بیدیں ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں

پر ایسے کفر پر تو فدا ہے ہماری جاں
جس سے ملے خدائے جہان و جہانیاں

لعنت ہے ایسے دیں پہ کہ اس کفر سے ہے کم
سو شکر ہے کہ ہو گئے غالب کے یار ہم

ہوتا ہے کردگار اسی رہ سے دستگیر
کیا جانے قدر اس کا جو قصّوں میں ہے اسیر

وحیِ خدا اسی رہِ فرّخ سے پاتے ہیں
دلبر کا بانکپن بھی اسی سے دکھاتے ہیں

اے مدّعی نہیں ہے ترے ساتھ کردگار
یہ کفر تیرے دیں سے ہے بہتر ہزار بار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

زلزلۂ عظیمہ کی پیشگوئی

سونیوالو جلد جاگو یہ نہ وقتِ خواب ہے
جو خبر دی وحیٔ حق نے اس سے دل بیتاب ہے

زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے

ہے سرِ رہ پر کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ توّاب ہے

انذارِ نذیر

دوستو جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنیکو ہے
پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانیکو ہے

وہ جو ماہِ فروری میں تم نے دیکھا زلزلہ
تم یقیں سمجھو کہ وہ اک زجر سمجھانیکو ہے

آنکھ کے پانی سے یارو کچھ کرو اسکا علاج
آسماں اے غافلو اب آگ برسانیکو ہے

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی رہ گم ہو گئی
اک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانیکو ہے

کسنے مانا مجھکو ڈر کر کسنے چھوڑا بغض و کیں
زندگی اپنی تو ان سے گالیاں کھانیکو ہے

کافر و دجال اور فاسق ہمیں سب کہتے ہیں
کون ایماں صدق اور اخلاص سے لانیکو ہے

جسکو دیکھو بدگمانی میں ہی حد سے بڑھ گیا
گر کوئی پوچھے تو سو سو عیب بتلانیکو ہے

چھوڑتے ہیں دیں کو اور دنیا سے کرتے ہیں پیار ‏ سو کریں وعظ و نصیحت گو ان کچھ پانیکو ہے

ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی مصیبت دیکھ کر ‏ پر خدا کا ہاتھ اب اس دلکے ٹھیرانیکو ہے

اسلیئے اب غیرت اسکی کچھ تمہیں دکھلائیگی ‏ ہر طرف یہ آفتِ جاں ہاتھ پھیلانیکو ہے

موت کی رہ سے ملیگی اب تو دیں کو کچھ مدد ‏ ورنہ دیں اے دوستو اک روز مرجانیکو ہے

چشمۂ مسیحی ٹائٹل

یا تو اک عالم تھا قرباں اُسپہ یا آئی یہ دن
ایک عبد العبد بھی اس دیں کو جھٹلانیکو ہے

ست بچن ٹائٹل

ایک زبردست نشان کی پیشگوئی

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا ‏ ارے اک اور جھوٹو نپر قیامت آنیوالی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے ‏ تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز ‏ کہ یہ جاں آگ میں پڑکر سلامت آنیوالی ہے

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدلدے جو میں کہتا ہوں ‏ کہ عزت مجھکو اور تجھ پر ملامت آنیوالی ہے

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق ‏ مگر یہ یاد رکھ اکدن ندامت آنیوالی ہے

خدا رسوا کریگا تم کو میں اعزاز پاؤں گا ‏ سنو اے منکرو اب یہ کرامت آنیوالی ہے

خدا ظاہر کریگا اک نشاں پُر رعب پُر ہیبت ‏ دلوں میں اس نشاں سے استقامت آنیوالی ہے

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب ‏ مری خاطر خدا سے یہ علامت آنیوالی ہے

نزول المسیح صفحہ ۱۱۱

زلزلوں کی پیشگوئی اور اسلام کی ترقی کے لئے دردبھری دعائیں

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنیکے دن — زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانیکے دن

تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں — پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانیکے دن

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو — ہو گئے ہیں اسکا موجب میرے جھٹلانیکے دن

غیر کیا جانے کہ غیرت اسکی کیا دکھلائیگی — خود بتائیگا انہیں وہ یار بتلانیکے دن

وہ چمک دکھلائیگا اپنے نشاں کی پنج بار — یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانیکے دن

طالبو! تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں — اس مرے محبوب کے چہرہ کے دکھلانیکے دن

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکارینگے مجھے — اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانیکے دن

اے مری پیاری یہی میری دعا ہے روز و شب — گود میں تیری رہیں ہم اس خونِ دل کھانیکے دن

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں — فضل کا پانی پلا اس آگ برسانیکے دن

اے مرے یار یگانہ اے مری جاں کی پناہ — کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانیکے دن

پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے مرے پیارے قدیر — کب تلک دیکھینگے ہم لوگوں کے بہکانیکے دن

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے — اے مرے سورج دکھا اس دیں کے چمکانیکے دن

دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر — اک نظر فرما کہ جلد آئیں ترے آنیکے دن

چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجیے غم سے رہا ۔ کب تلک لمبے چلے جائینگے ترسانیکے دن
کچھ خبر لے تیری کوچہ میں یہ کس کا شور ہے ۔ کیا مری دلدار تو آئیگا مرجانیکے دن
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مری اے ناخدا ۔ آ گئے اس باغ پر اے یار مرجھانیکے دن
تیری ہاتھوں سے مری بیماری اگر کچھ ہو تو ہو ۔ ورنہ دیں میت ہے اور یہ دن ہیں دفنانیکے دن
اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں ۔ دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانیکے دن
میری دل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر ۔ آ گئے ہیں اب زمیں پر آگ بھڑکانیکے دن
جب سے میرے ہوش غم سے دیں کی ہیں جاتے رہے ۔ طور دنیا کے بھی بدلے ایسے دلوانیکے دن
چاند اور سورج نے دکھلائے ہیں وہ داغ کسوف ۔ پھر زمیں بھی ہو گئی بیتاب تھرانیکے دن
کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا ۔ لرزہ آیا اس زمیں پر اسکے چلانیکے دن
صبر کی طاقت جو تھی مجھ میں وہ پیارے اب نہیں ۔ میری دلبر اب دکھا اس دل کے بہلانیکے دن
دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی ۔ آئینگے اس باغ کے اب جلد لہرانیکے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا ۔ اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانیکے دن
دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر در پیش ہے ۔ پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانیکے دن
دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے ۔ اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن
چھوڑ دو وہ راگ جسکو آسماں گاتا نہیں ۔ اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گن گانیکے دن

خدمت دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بغض و کیں سے وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو! یہ پچھتانیکے دن

احسانات الٰہی۔ مخالفین کے ناروا سلوک
اپنے دعاوی کی صداقت۔ عالمگیر جنگ کی پیشگوئی

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مری حاجت برار

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ
بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیرخوار

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
اسقدر مجھپر ہوئیں تیری عنایات و کرم
آسماں میرے لیئے تُونے بنایا اِک گواہ
تُونے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلیئے
ہو گئے بیکار سب حیلے جب آئی وُہ بلا
سرزمینِ ہند میں ایسی ہے شہرت مجھ کو دی
پھر دوبارہ ہے اُتارا تُونے آدم کو یہاں
لوگ سَو بک بک کریں پر تیری مقصد اور ہیں
ہاتھ میں تیری ہے ہر خسران و نفع و عُسر و یُسر
جسکو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تُو
میں بھی ہُوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اِک نشاں
فانیونکی جاہ و حشمت پُر بلا آوے ہزار
عزت و ذِلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
میرے جیسے کو جہاں میں تُونے روشن کر دیا
تیرے اے میرے مُربّی کیا عجائِب کام ہیں
ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا

میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار
جن کا مُشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار
چاند اور سُورج ہُوئے میرے لیئے تاریک و تار
تا وُہ پُوری ہو نشاں جو ہیں سچائی کا مدار
ساری تدبیروں کا خاکہ اُڑ گیا مثلِ غبار
جیسے ہو دے برق کا اِک دم میں ہر جا انتشار
تا وُہ نخلِ راستی اس ملک میں لا دے ثمار
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار
تُو ہی کرتا ہے کِسیکو بینوا یا بختیار
جسکو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار
جِسکو تُونے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار
کون جانے اے مِرے مالک ترے بھید وں کی سار
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار
شہرتوں سے مجھکو نفرت تھی ہر اِک عظمت سے عار
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

اسمیں میرا جرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
کون ہوں تا رد کروں حکم شہ ذوی الاقتدار

اب تو جو فرماں ملا اس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتوان و دلفگار

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں
ہر قدم میں کوہِ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

چرخ تک پہنچی ہیں میری نعرہ ہائے روز و شب
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار

قبضۂ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آجائیں پھر بے اختیار

گر کرے معجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دلِ سنگیں جو ہووے مثلِ سنگِ کوہسار

ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
زلزلوں سے ہو گئی صدہا مساکن مثلِ غار

شرطِ تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اسوقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر اور کچھ دن قرار

کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے
کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار

دلمیں جو ارماں تھے وہ دلمیں ہمارے رہ گئے
دشمنِ جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار

ایسے کچھ بگڑے کہ اب بنتا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار

کسکے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
انکو ہے ملنے سے نفرت بات سننا درکنار

کیا کروں کیونکر کروں میں اپنی جاں زیر و زبر
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار

اسقدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
دیکھنے سے جن کے شیطاں بھی ہوا ہے دلفگار

پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم و حیا
دیکھ کر سو سو نشاں پھر بھی ہے توہیں کاروبار

صاف دلکو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دلمیں ہے خوفِ کردگار

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

اے مری پیاری فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
کچھ خبر لے تیری کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
فضل کے ہاتھوں سے اب اسوقت کر میری مدد
میری سقم و عیب سے اب کیجئے قطع نظر
میری زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفےٰ
کیا سلائیگا مجھے تو خاک میں قبل از مرا
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
ایک عالم مر گیا ہے تیری پانی کے بغیر
اب نہیں ہیں ہوش اپنی ان مصائب میں بجا
کسطرح بیٹھیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مری اے ناخدا
نور دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی
جس کو ہمنے قطرۂ صافی تھا سمجھا اور تقی
دگر میں معرفت سے گند نکلا ہر طرف
اے خدا بن تیری ہو یہ آبپاشی کس طرح

پھیر دے میری طرف اے سار باں جگ کی مہار
خاک میں ہو گا یہ سر گر تو نہ آیا بن کی یار
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
تا نہ ہو خوش دشمن دیں جسپہ ہے لعنت کی مار
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار
مجھکو کر اے میری سلطاں کامیاب و کامگار
یہ تو تیری پر نہیں امید اے میری حصار
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
چھا رہا ہے ابر یاس اور رات ہے تاریک و تار
پھیر دے اب میری مولی اسطرف دریا کی دھار
رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار
بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنار
آ گیا اس قوم پر وقت خزاں اندر بہار
اپنی کجرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار
غور سے دیکھا تو کیڑی اسمیں بھی پائے ہزار
اس وبا نے کھا لیئے ہر شاخ ایماں کے ثمار
جل گیا ہے باغ تقوی دیں کی ہے اب اک مزار

تیری ہاتھوں سے مری بیماری اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار

اِک نشاں وہ کھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں
اِک نظر کر اسطرف تا کچھ نظر آوے بہار

کیا کہوں دُنیا کے لوگوں کو کہ کیسے سو گئے
کِسقدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار

عقل پر پردے پڑے سو سو نشاں کو دیکھکر
نُور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہوویں اہلِ نار

گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فنا
اسکا ہووے ستیاناس اس سے بگڑے ہوشیار

بدگمانی سے تو رائی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ
پَر کے اِک ریشہ سے ہو جاتی ہے کوّوں کی قطار

حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوفِ خدا
کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار

کیا خدا نے اتقیا کی عون و نصرت چھوڑ دی
ایک فاسق اور کافر سے وہ کیوں کرتا ہے پیار

ایک بدکردار کی تائید میں اتنے نشاں
کیوں دِکھاتا ہے وہ کیا ہے بدکنوں کا رشتہ دار

کیا بدلتا ہے وہ اب اس سُنت و قانون کو
جسکا تھا پابند وہ از ابتدائے روزگار

آنکھ گر پھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا
کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میرے رازدار

جسکے دعوے کی سراسر افترا پر ہے بِنا
اسکی یہ تائید ہو پھر جھوٹ سچ میں کیا نکھار

کیا خدا بھولا رہا تُم کو حقیقت مِل گئی
کیا رہا وہ بے خبر اور تُم نے دیکھا حالِ زار

بدگمانی نے تمہیں مجنون و اندھا کر دیا
ورنہ تھے میری صداقت پر براہیں بیشمار

جہل کی تاریکیاں اور سُوءِ ظن کی تُندباد
جب اکٹھے ہوں تو پھر ایماں اُڑے جیسے غبار

زہر کے پینے سے کیا انجام جُز موت و فنا
بدگمانی زہر ہے اس سے بچو اے دیں شعار

کانٹے اپنی راہ میں بوتے ہیں ایسے بدگماں
جنکی عادت میں نہیں شرم و شکیب و اصطبار

یہ غلط کاری بشر کی بدنصیبی کی ہے جڑ ھ
پر مقدر کو بدل دینا ہے کس کا اختیار

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بغض کی پروا نہیں
دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے ہمکو سہار

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار

ہے سرِ رہ پر مری وُہ خود کھڑا مولیٰ کریم
بس نہ بیٹھو میری رہ میں اے شریرانِ دیار

سُنت اللہ ہے کہ وُہ خود فرق کو دکھلائے ہے
تا عیاں ہو کون پاک اور کون ہے مُردار خوار

مجھ کو پردہ میں نظر آتا ہے اک میرا معیں
تیغ کو کھینچے ہوئے اُسپر جو کرتا ہے وُہ وار

دشمنِ غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہوجائیں خطا اور بھول جائے سب نقار

اس جہاں کا کیا کوئی داور نہیں اور دادگر
پھر شریر النفس ظالم کو کہاں جائے فرار

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسمانپر دعوتِ حق کیلیئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اسطرف احرار یُورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہُوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملّت کے ہے کوئی گلِ رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یُوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ہر ملک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کی کوئی عزّ و وقار

آسمان سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

آسماں بارد نشان الوقت میگوید زمیں
این دو شاہد از پئے من نعرہ زن چون بیقرار

اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ ای آوارگانِ دشتِ خار

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

ای مکذب! کوئی اس تکذیب کا ہے انتہا
کب تلک تو خوئے شیطاں کو کریگا اختیار

ملتِ احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی بنا
آج پوری ہو رہی ہے ای عزیزانِ دیار

گلشنِ احمد بنا ہے مسکنِ بادِ صبا
جسکی تحریکوں سے سنتا ہے بشر گفتارِ یار

ورنہ وہ ملت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا
سایہ افگن جس پہ نورِ حق نہیں خورشید وار

دیکھ کر لوگوں کے کینے دل مرا خوں ہو گیا
قصد کرتے ہیں کہ ہو پامال دینِ شاہوار

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف
وہ بلاتے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار

نورِ دل جاتا رہا اک رسم دیں کی رہ گئی
پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلحِ دیں کیا بکار

راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں
وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں برخلافِ شہریار

ہائے مارِ آستیں وہ بن گئے دیں کے لئے
وہ تو فربہ ہو گئے پر دیں ہوا زار و نزار

ان غموں سے دوستو! خم ہو گئی میری کمر
میں تو مرجاتا اگر ہوتا نہ فضلِ کردگار

اس تپش کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہے تپش
اس الم کو میری وہ سمجھے کہ ہے وہ دل فگار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

مفتری کہتے ہوئے ان کو حیا آتی نہیں
کیسے عالم ہیں کہ اس عالم سے ہیں یہ برکنار

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اسکے ہوئے ہم جاں نثار

ہیں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اک شجر ہوں جسکو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار

پر مسیحا بنکے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نامِ احمد جسپہ میرا سب مدار

دشمنو! ہم اسکی رہ میں مر رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

کیا کروں تعریفِ حُسنِ یار کی اور کیا لکھوں
اک ادا سے ہو گیا میں سیلِ نفسِ دوں سے پار

اِسقدر عرفاں بڑھا میرا کہ کافر ہو گیا
آنکھ میں اسکی کہ ہے وہ دور تر از صحنِ یار

اس رُخِ روشن سے میری آنکھ بھی روشن ہوئی
ہو گئے اسرار اُس دلبر کے مجھ پر آشکار

قوم کے لوگو اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

کیا تماشا ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے
پھر بھی اِس کافر کا حامی ہے وہ مقبولوں کا یار

کیا اعجبی بات ہے کافر کی کرتا ہے مدد
وہ خدا جو چاہیئے تھا مومنوں کا دوستدار

اہلِ تقویٰ تھا کرم دیں بھی تمہاری آنکھ میں
جسنے ناحق ظلم کی راہ سے کیا تھا مجھ پہ وار

بے معاون میں تھا تھی نصرتِ حق میرے ساتھ
فتح کی دیتی تھی وحیٔ حق بشارت بار بار

پر مجھے اسنے نہ دیکھا آنکھ اُسکی بند تھی
پھر سزا پا کر لگایا سُر پہ دُنبالہ دار

نام بھی کذاب اسکا دفتروں میں رہ گیا
اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تا روزِ شمار

اب کہو کس کی ہوئی نصرت جنابِ پاک سے
کیوں تمہارا متقی پکڑا گیا ہو کر کے خوار

پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
کیسے میرے یار نے مجھ کو بچایا بار بار

قتل کی ٹھانی شریروں نے چلائی تیر مکر
پھر لگایا ناخنوں تک زور بنکر اِک گروہ
ہم نگہ میں انکی دجال اور بے ایماں ہوئے
اب ذرا سوچو دیانت سے کہ یہ کیا بات ہے
کیوں نہیں تم سوچتے کیسے ہیں یہ پردے پڑے
یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اَے ناقصاں
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
پاک برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہوتا نصیر
اسقدر نصرت کہاں ہوتی ہے اِک کذاب کی
ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
آفتابِ صبح نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
روشنی سے بغض اور ظلمت پہ وہ قربان ہیں
سر پہ اک سورج چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
طرفہ کیفیّت ہے ان لوگوں کی جو منکر ہوئے
پر اگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو
مُردہ ہو جاتے ہیں اسکا کچھ نہیں دیتے جواب
انکی قسمت میں نہیں دیں کیلئے کوئی گھڑی

بنگئے شیطاں کے چیلے اور نسلِ ہونہار
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ ان کو سازوار
آتشِ تکفیر کے اُڑتے رہے پیہم شرار
ہاتھ کسکا ہے کہ رد کرتا ہے وہ دشمن کا وار
دِل میں اُٹھتا ہے مرے رہ رہ کے اب سو سو بخار
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار
ورنہ اُٹھ جائے اماں پھر سچے ہوویں شرمسار
کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں ہے کرتے ہو بڑھ بڑھ کے وار
میرے جیسی جسکی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار
دِن سے ہیں بیزار اور راتوں سے وہ کرتے ہیں پیار
ایسے بھی شپر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار
مرتے ہیں بِن آب وہ اور در پہ نہرِ خوشگوار
یوں تو ہر دم مشغلہ ہے گالیاں لیل و نہار
جن کی نصرت سالہا سے کر رہا ہے کردگار
زرد ہو جاتا ہے منہ جیسے کوئی ہو سوگوار
ہوگئے مفتون دنیا دیکھ کر اس کا سنگار

جی چرانا راستی سے کیا دیں کا کام ہے ‏ کیا یہی ہے زہد و تقوی کیا یہی راہِ خیار

کیا قسم کھائی ہے یا کچھ پیچ قسمت میں پڑا ‏ روزِ روشن چھوڑ کر ہیں عاشقِ شبہائے تار

انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پر تمام ‏ اُنکے جو حملے ہیں اُن میں سب نبی ہیں حصہ دار

میری نسبت جو کہیں کیں سے وہ سب پر آتا ہے ‏ چھوڑ دینگے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار

مجھکو کافر کہکے اپنے کفر پر کرتے ہیں مُہر ‏ یہ تو ہیں سب شکل انکی ہم تو ہیں آئینہ دار

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اسگھڑی ‏ سال ہے اب تیسواں دعوی پہ از روئے شمار

تھا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں ‏ جبکہ میں نے وحیٔ ربانی سے پایا افتخار

اسقدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی ‏ پھر عجب تر یہ کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار

ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دیئے مجھکو نشاں ‏ ہر عدو پر حجتِ حق کی پڑی ہے ذوالفقار

نعمتیں وہ دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے ‏ جن سے ہیں معنی اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ آشکار

سایہ بھی ہو جائے ہے اوقاتِ ظلمت میں جدا ‏ پُر رہا وہ سر اندھیرے میں رفیق و غمگسار

اس قدر نصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی ‏ گر نہیں باور نظیریں اسکی تم لاؤ دو چار

پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر ‏ اس مُہیمن سے ڈرو جو بادشاہِ ہر دو دار

یہ کہاں سے سُن لیا تُم نے کہ تُم آزاد ہو ‏ کچھ نہیں تم کو عقوبت گو کرو عصیاں ہزار

نعرۂ اِنَّا ظَلَمْنَا سُنّتِ ابرار ہے ‏ زہر منہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہو نسلِ مار

جسم کو مَل مَل کے دھونا یہ تو کچھ مشکل نہیں ‏ دل کو جو دھووے وہی ہے پاک نزدِ کردگار

اپنے ایماں کو ذرا پردہ اٹھا کر دیکھنا ‏ مجھ کو کافر کہتے کہتے خود نہ ہوویں اہلِ نار

اگر حیا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
وہ میری ذلت کو چاہیں پا رہا ہوں میں وقار

کیا بگاڑا اپنی مکروں سے ہمارا آج تک
اژدہا بن بن کے آئے ہو گئے پھر سوسمار

اے فقیہو عالمو! مجھ کو سمجھ آتا نہیں
یہ نشان صدق پا کر پھر یہ کیں اور یہ نقار

صدق کو جب پایا اصحاب رسول اللہ نے
اُس پہ مال و جان و تن بڑھ بڑھ کے کرتے تھے نثار

پھر عجب یہ علم یہ تنقید آثار و حدیث
دیکھ کر سو سو نشاں پھر کر رہے ہو تم فرار

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
روح انصاف و خدا ترسی کہ ہے دیں کا مدار

کیا مجھے تم چھوڑتے ہو جاہ دنیا کے لیے
جاہ دنیا کب تلک دنیا ہے خود ناپائیدار

کون در پردہ مجھے دیتا ہے ہر میداں میں فتح
کون ہے جو تم کو ہر دم کر رہا ہے شرمسار

تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائیگا جلد
یہ ہمارے ہاتھ کے نیچے ہے اک ادنیٰ شکار

بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی
خائب و خاسر رہے تم ہو گیا میں کامگار

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیر غار

کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار

اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرور روزگار

کھول کر دیکھو براہیں جو کہ ہے میری کتاب
اس میں ہے یہ پیشگوئی پڑھ لو اسکو ایکبار

اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
اس قدر امر نہاں پر کس بشر کو اقتدار

قدرت رحمان و مکر آدمی میں فرق ہے
جو نہ سمجھے وہ غبی از فرق تا پا ہے حمار

سوچ لو اے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
راہ حرماں چھوڑ دو رحمت کے ہو امیدوار

سوچ لو یہ ہاتھ کسکا تھا کہ میرے ساتھ تھا
یہ بھی کچھ ایماں ہے یارو ہم کو سمجھائے کوئی
غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے
گو یہی دیں ہے جو ہے انکے خصائل سے عیاں
جان و دل سے ہم نثارِ ملّتِ اسلام ہیں
واہ رے جوشِ جہالت خوب دکھلائے ہیں رنگ
نازمت کر اپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں
پیٹنا ہوگا دو ہاتھوں سے کہ ہے ہے مر گئے
ہے یہ گھر گرنے پہ اے مغرور لے جلدی خبر
یہ عجب بد قسمتی ہے کسقدر دعوت ہوئی
ہوش میں آتے نہیں سو سو طرح کوشش ہوئی
دن بُرے آئے اکٹھے ہو گئے قحط و وبا
ہے غضب کہتے ہیں اب وحیِ خدا مفقود ہے
یہ عقیدہ برخلافِ گفتۂ دادار ہے
وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
گو ہر وحیِ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں

کس کے فرماں سے میں مقصد پا گیا اور تم ہو خوار
جسکا ہر میداں میں پھل حرماں ہے اور ذلت کی مار
میں تو خود رکھتا ہوں انکے دیں سے اور ایماں سے عار
میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں نہ بہار
لیک دیں وہ رہ نہیں جسپر چلیں اہلِ نقار
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار
اسکو ہیرا مت گماں کر ہے یہ سنگِ کوہسار
جبکہ ایماں کے تمہارے گند ہونگے آشکار
تا نہ دب جائیں ترے اہلِ و عیال و رشتہ دار
پر اُترتا ہی نہیں ہے جامِ غفلت کا خمار
ایسے کچھ سوئے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار
اب تلک توبہ نہیں اب دیکھیے انجام کار
اب قیامت تک ہے اِس اُمت کا قصوں پر مدار
پر اُتاری گون بر سول کا گلے سے اپنے ہار
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
اِک یہی دیں کیلیئے ہے جائے عز و افتخار
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اُسپہ ہو مشکِ تتار

یہ وہ ہے مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں روئے نگار

بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار

ہے خدادانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

ہے یہی وحیِ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشاں
جسکو یہ کامل ملے اسکو ملے وہ دوستدار

واہ رے باغِ محبت موت جس کی رہگذر
وصلِ یار اس کا ثمر پر ارد گرد اسکے ہیں خار

ایسے دل پر داغِ لعنت ہے ازل سے تا ابد
جو نہیں اسکی طلب میں بیخود و دیوانہ وار

پر جو دنیا کے بنے کیڑے وہ کیا ڈھونڈیں اسے
دیں اسے ملتا ہے جو دیں کے لیئے ہو بے قرار

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جسکی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

یاد وہ دن جبکہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دیں
مہدیٔ موعودِ حق اب جلد ہوگا آشکار

کون تھا جسکی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے
کون تھا جسکو نہ تھا اس آنیوالے سے پیار

پھر وہ دن جب آگئے اور چودھویں آئی صدی
سب سے اول ہوگئے منکر یہی دیں کے منار

پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسمِ یہود
پھر مسیحِ وقت کے دشمن ہوئے یہ جبہ دار

تھا نوشتوں میں یہی از ابتدا تا انتہاء
پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقشِ جدار

میں تو آیا اس جہاں میں ابنِ مریم کی طرح
میں نہیں مامور از بہرِ جہاد و کارزار

پر اگر آتا کوئی جیسی انہیں امید تھی
اور کرتا جنگ اور دیتا غنیمت بے شمار

ایسے مہدی کیلیئے میدان کھلا تھا قوم میں
پھر تو اسپر جمع ہوتے ایکدم میں صد ہزار

پر یہ تھا رحم خداوندی کہ میں ظاہر ہوا
آگ آتی گر نہ میں آتا تو پھر جاتا قرار

آگ بھی پھر آگئی جب دیکھ کر آتش نشاں
ہے یقیں یہ آگ کچھ مدت تلک جاتی نہیں
پر نہیں اک اتفاقی امر تا ہوتا علاج
وہ خدا جسنے بنایا آدمی اور دیں دیا
بے خدا بے زہد و تقویٰ بے دیانت بے صفا
صید طاعوں مت بنو پورے بنو تم متقی
موت سے گر خود ہو بے ڈر کچھ کرو بنپہ رحم
بن کے رہنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی
ان دلوں کو خود بدلدے اے مرے قادر خدا
تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں
ٹوٹے کاموں کو بناوے جب نگاہ فضل ہو
تو ہی بگڑی کو بناوے توڑ دے جب بن چکے
جب کوئی دل ظلمت عصیاں میں ہووے مبتلا
اس جہاں میں خواہش آزادگی بے سود ہے
دل جو خالی ہو گداز عشق سے وہ دل ہے کیا
فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفئ وجود
تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام

قوم نے مجھ کو کہا کذاب ہے اور بد شعار
ہاں مگر توبہ کریں باصد نیاز و انکسار
ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی و تبار
وہ نہیں راضی کہ بیدینی ہو ان کا کاروبار
بن ہے یہ دنیائے دوں طاعوں کرے اسمیں شکار
یہ جو ایماں ہے زباں کا کچھ نہیں آتا بکار
امن کی رہ پر چلو بن کو کرو مت اختیار
کوئی ہے روبہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار
تو تو رب العالمیں ہے اور سب کا شہریار
توڑنا یا جوڑنا یہ کام تیرے اختیار
پھر بنا کر توڑ دے اک دم میں کر دے تار تار
تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سو کرے کوئی بچار
تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار
اک تری قید محبت ہے جو کر دے رستگار
دل وہی ہے جسکو نہیں بے دلبر یکتا قرار
پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہر یار
اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار

تیری منہ کی بھوک نے دل کو کیا زیر و زبر — ای مری فردوس اعلیٰ اب گرا مجھ پر ثمار
اے خدا اے چارہ ساز دردہم کو خود بچا — ای مری زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار
باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل — ملتے ہیں مشکل سی ایسی سیب اور ایسے انار
تیرے بن ای میری جان زندگی کیا خاک ہی — ایسے جینے سی تو بہتر مر کے ہو جانا غبار
گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہی — فضل پر تیری ہی سب جہد و عمل کا انحصار
جن پہ ہی تیری عنایت وہ بدی سی دور ہیں — رہ میں حق کی قوتیں انکی چلیں بنکر قطار
چھٹ گئے شیطان سے جو ہوئی تیری الفت کے اسیر — جو ہوئی تیری لیئے بے برگ و بے پائی بہار
سب پیاسو لبنی نکو تر تیری منہ کی ہی پیاس — جس کا دل ہی اس سی بریان ہو گیا وہ آبشار
جسکو تیری دھن لگی آخر وہ تجھکو جا ملا — جس کو بےچینی ہی یہ وہ پا گیا آخر قرار
عاشقی کی ہی علامت گریہ و دامانِ دشت — کیا مبارک آنکھ جو تیری لیئے ہو اشکبار
تیری درگہ میں نہیں ہٹتا کوئی بھی بے نصیب — شرط اُوہ پر صبر ہی اور ترکِ نامِ اضطرار
میں تو تیری حکم سے آیا مگر افسوس ہے — چل رہی ہی وہ ہوا جو رخنہ اندازِ بہار
جیفۂ دنیا پہ اکثر گر گئی دنیا کے لوگ — زندگی کیا خاک انکی جو کہ ہیں مُردار خوار
دیں کو دیکر ہاتھ سے دنیا بھی آخر جاتی ہی — کوئی آسودہ نہیں بن عاشق و شیدائی یار
رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہی خوبتر — ہی یہی ایمان کا زیور یہی دیں کا سنگار
سوچ تو ہی سورج نہیں بن روئی دلبر روشنی — یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہی شب تاریک و تار
ای مری پیاری جہاں میں تو ہی ہی اک بی نظیر — جو تری مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیری دیوانوں کا کام
نقد پالیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار

کون ہے جسکے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
کون کرتا ہے وفا بن اسکے جس کا دل فگار

غیر ہو کر غیر پر مرنا کسیکو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل و نہار

کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے آکل و شرب
کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ ساری جنگل پُرخطر
عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار

پر ہزار افسوس دنیا کی طرف ہیں جھک گئے
وہ جو کہتے تھے کہ ہے یہ خانۂ ناپائیدار

جسکو دیکھو آجکل وہ شوخیوں میں طاق ہے
آہ رحلت کر گئے وہ سب جو تھے تقوی شعار

ممبروں پر انکے سارا گالیوں کا وعظ ہے
مجلسوں میں انکی ہر دم سبّ و غیبت کار و بار

جسطرف دیکھو یہی دنیا ہی مقصد ہو گئی
ہر طرف اسکے لیئے رغبت دلائیں بار بار

ایک کانٹا بھی اگر دیں کے لیئے ان کو لگے
چیخ کر وہ اس سے بھاگیں شیر سے جیسے حمار

ہر زماں شکوہ زباں پر ہے اگر ناکام ہیں
دیں کی کچھ پرواہ نہیں دنیا کے غم میں سوگوار

لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
ہیں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار

اے مری پیاری بتا تو کس طرح خوشنود ہو
نیک دن ہوگا وہی جب تجھ پہ ہو دیں ہم نثار

جس طرح تو دور ہے لوگوں سے بھی دور ہوں
ہے نہیں کوئی بھی جو ہو میرے دل کا رازدار

نیک ظن کرنا طریقِ صالحانِ قوم ہے
لیک سو پردے میں ہوں انسے نہیں ہوں آشکار

بے خبر دونوں ہیں جو کہتے ہیں بد یا نیک مرد
میرے باطن کی نہیں انکو خبر اک ذرہ وار

ابنِ مریم ہوں مگر اُترا نہیں میں چرخ سے
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

ملک سے مجھ کو نہیں مطلب نہ جنگوں سے ہے کام
تاج و تختِ ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
مجھکو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عز و جاہ
کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
ہم اسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ رب العالمیں
دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دو دوستی
دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے
کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں
اسکے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے
تیرِ تاثیرِ محبت کا خطا جاتا نہیں
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاوے آگ سے
اس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل
وہ کتابِ پاک و برتر جس کا فرقاں نام ہے

کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار
اُسکی شاہی میں میں پاتا ہوں رفاہِ روزگار
مجھکو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار
جس کا جی چاہے کرے اُس داغ سے وہ تن فگار
گر وہ ذلت سے ہو راضی اسپہ سو عزت نثار
چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہم نے پایا وہ نگار
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار
آ ملی الفت سے الفت ہو کے دو دل پر سوار
ایک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دل کو شکار
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاراں دشتِ خار
کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائیگا زر بے شمار
تیر انداز و نہ ہونا سست اسمیں زینہار
ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صد ہا آبشار
اس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پھولوں کے ہار
وہ یہی دیتی ہے طالب کو بشارت بار بار

جن کو ہے انکار اس سے سخت ناداں ہیں لوگ
آدمی کیونکر کہیں جب ان میں ہے حمقِ حمار

کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پہ فخر
کر دیا قصوں پہ سارا ختم دیں کا کاروبار

مغزِ فرقانِ مطہر کیا یہی ہے زہدِ خشک
کیا یہی چوہا ہے نکلا کھود کر یہ کوہسار

گر یہی اسلام ہے بس ہو گئی امت ہلاک
کس طرح رہ مل سکے جب دیں ہی ہے تاریک و تار

منہ کو اپنے کیوں بگاڑا نا امیدوں کی طرح
فیض کے در کھل رہے ہیں اپنے دامن کو پسار

کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشاں
پھر وہی ضد و تعصب اور وہی کین و نقار

بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص رہے
باغ میں ہو کر بھی قسمت میں نہیں دیں کے ثمار

دیکھ لو وہ ساری باتیں کسطرح پوری ہوئیں
جن کا ہونا تھا بعید از عقل و فہم و اقتدار

اس زمانہ میں ذرہ سوچو کہ میں کیا چیز تھا
جس زمانہ میں براہیں کا دیا تھا اشتہار

اب ذرا سوچو کہ اب چرچا مرا کیسا ہوا
کس طرح سرعت سے شہرت ہو گئی در ہر دیار

جانتا تھا کون کیا عزت تھی پبلک میں مجھے
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار

تھے رجوعِ خلق کے اسباب مال و علم و حکم
خاندانِ فقر بھی تھا باعثِ عز و وقار

لیک ان چاروں سے میں محروم تھا اور بے نصیب
ایک انساں تھا کہ خارج از حساب و از شمار

پھر رکھایا نام کافر ہو گیا مطعونِ خلق
کفر کے فتووں نے مجھکو کر دیا بے اعتبار

اس پہ بھی میرے خدا نے یاد کر کے اپنا قول
مرجعِ عالم بنایا مجھکو اور دیں کا مدار

سارے منصوبے جو تھے میری تباہی کیلئے
کر دیئے اُسنے تبہ جیسے کہ ہو گرد و غبار

سوچکر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے؟
کوئی بتلائے نظیر اسکی اگر کرنا ہے وار

مکر انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر
پر خدا کا کام کب بگڑے کسی سے زینہار

مفتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روسیہ
جلد تر برہم ہی ہوتا افترا کا کاروبار

افترا کی ایسی دُم لمبی نہیں ہوتی کبھی
جو ہو مثلِ مدتِ فخر الرسل فخر الخیار

حسرتوں سے میرا دل پُر ہے کہ کیوں منکر ہو تم
یہ گھٹا اب جھوم جھوم آتی ہے دل پر بار بار

یہ عجب آنکھیں ہیں سورج بھی نظر آتا نہیں
کچھ نہیں چھوڑا حسد نے عقل اور سوچ اور بچار

قوم کی بدقسمتی اس سرکشی سے کھل گئی
پر یہی ہوتا ہے جو تقدیر سے پایا قرار

قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو ہیں دنیا کے کرم
مقصد انکی زیست کا ہے شہوت و خمر و قمار

مکر کے بل چل رہی ہے انکی گاڑی روز و شب
نفس و شیطاں نے اُٹھایا ہے انہیں جیسے کہار

دیں کے کاموں میں تو انکے لڑکھڑاتے ہیں قدم
لیک دُنیا کیلئے ہیں نوجوان و ہوشیار

عفت و حرمت کی کچھ پرواہ نہیں باقی رہی
ٹھونس کر مُردار پیٹوں میں نہیں لیتے ڈکار

لافِ زہد و راستی اور پاپ دل میں ہے بھرا
ہے زباں میں سب شرف اور پیچ دل جیسے چار

اے عزیزو کب تلک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ
ایک دن ہے غرق ہونا بادو چشمِ اشکبار

جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیٔ غربت کے خار

اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اُٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اُٹھا لے سارا بار

تیری عظمت کے کرشمے دیکھتا ہوں ہر گھڑی
تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مُردہ وار

کام دکھلائے جو تُو نے میری نصرت کے لیئے
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زماں وہ کاروبار

کس طرح تُو نے سچائی کو مری ثابت کیا
میں ترے قرباں مری جاں تیرے کاموں پر نثار

ہے عجب اک خاصیت تیرے جمال و حسن میں
جسنے اک چمکارے مجھ کو کیا دیوانہ وار

اے مرے پیارے ضلالت میں پڑی ہے میری قوم
تیری قدرت سے نہیں کچھ دور گر پائیں سدھار

مجھ کو کافر کہتے ہیں میں بھی انہیں مومن کہوں
گر نہ ہو پرہیز کرنا جھوٹ سے دیں کا شعار

مجھ پہ اے واعظ نظر کی یار نے تجھ پر نہ کی
حیف اس ایماں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

وہ خدا جسنے نبیؐ کو تھا زرِ خالص دیا
زیورِ دیں کو بناتا ہے وہ اب مثلِ سنار

وہ دکھلاتا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں اکراہ و جبر
دیں تو خود کھینچے ہے دل مثلِ بتِ سیمیں عذار

پس یہی ہے رمز جو اسنے کیا منع از جہاد
تا اٹھا دے دیں کی رہ سے جو اٹھا اک غبار

تا دکھا دے منکروں کو دیں کی ذاتی خوبیاں
جن سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے
قومِ وحشی سے اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہے
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار

اے مرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

جسنے نفسِ دوں کو ہمت کر کے زیرِ پا کیا
چیز کیا ہیں اسکے آگے رستم و اسفندیار

گالیاں سنکر دعا دو پاکے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی
چُپ رہو تم دیکھ کر اُنکے رسالوں میں ستم
دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
افترا انکی نگاہ ہو میں ہمارا کام ہے
خیر خواہی میں جہاں کی خوں کیا ہمنے جگر
پاک دل پر بدگمانی ہے یہ شقوت کا نشاں
جبکہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتا پھلتا نہیں
کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے
یہ کرم مجھ پہ ہے کیوں کوئی تو اسمیں بات ہے
مجھ کو خود اُسنے دیا ہے چشمۂ توحید پاک
دوش پر میرے وہ چادر ہے کہ دی اُس یار نے
خیرگی سے بدگمانی اسقدر اچھی نہیں
ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
پُشتی دیوارِ دیں اور مامنِ اسلام ہُوں
جاہلوں میں اسقدر کیوں بدگمانی بڑھ گئی

چھوڑ دو ان کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار
دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کر دیں حال زار
شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار
یہ خیال اللہ اکبر! کسقدر ہے نابکار
جنگ بھی تھی صلح کی نیت سے اور کیں سے فرار
ابتو آنکھیں بند ہیں دیکھینگے پھر انجام کار
پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے ثمار
کچھ تو اُسدن سے ڈرو یارو کہ ہے روزِ شمار
کس طرح ممکن کہ وہ قدوس ہو کاذب کا یار
بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار
تا لگاوے از سرِ نو باغِ دیں میں لالہ زار
پھر اگر قدرت ہے اے منکر تو یہ چادر اُتار
ان دنوں میں جبکہ ہے شورِ قیامت آشکار
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
نارسا ہے دستِ دشمن تا بفرق ایں تاجدار
کچھ بُرے آئے ہیں دن یا پڑ گئی لعنت کی مار

پُھر تو سمجھیں بات کو یہ دل میں ارماں ہی رہا
واہ رے شیطاں عجب ان کو کیا اپنا شکار

اے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
دُوسری قوت کہاں گم ہو گئی ای ہوشیار

میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھونگا سزا
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روزِ شمار

اس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

ہائے وہ تقوٰی جو کہتے تھے کہاں مخفی ہوئی
ساربانِ نفسِ دوں نے کس طرف پھیری مہار

کام جو دکھلائی اس خلّاق نے میرے لیئے
کیا وہ کر سکتا ہے جو ہو مفتری شیطاں کا یار

میں نے روتے روتے دامن کر دیا تر درد سے
اب تلک تم میں وہی خشکی رہی با حالِ زار

ہائے یہ کیا ہو گیا عقلوں پہ کیا پتھر پڑے
ہو گیا آنکھوں کے آگے انکے دن تاریک تار

یا کسی مخفی گنہ سے شامتِ اعمال ہے
جس سے عقلیں ہو گئیں بیکار اور اِک مُردہ وار

گر دنو نیر انکی ہے سب عام لوگوں کا گنہ
جن کے وعظوں سے جہاں نکلے آ گیا دلمیں غبار

ایسے کچھ سوئے کہ پھر جاگے نہیں ہیں اب تلک
ایسے کچھ بھولے کہ پھر نسیاں ہوا گردن کا ہار

نوعِ انساں میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے
وہ بدی آتی ہے اُس پر جو ہو اسکا کاشتکار

چھوڑ کر قرآں کو آثارِ مخالف پر جمے
سر پہ مُسلم اور بخاری کے دیا ناحق کا بار

جبکہ ہے امکانِ کذب و کجروی اخبار میں
پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب اُنہی پر انحصار

جبکہ ہم نے نورِ حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے
جبکہ خود وحیِ خدا نے دی خبر یہ بار بار

پھر یقیں کو چھوڑ کر ہم کیوں گمانوں پر چلیں
خود کہو رویت ہے بہتر یا نقولِ پُر غبار

تفرقہ اسلام میں نقلوں کی کثرت سے ہوا
جس سے ظاہر ہے کہ راہِ نقل ہے بے اعتبار

نقل کی تھی اک خطاکاری مسیحا کی حیات
جس سے دیں نصرانیت کا ہو گیا خدمت گزار

صد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر
ہو گئے شیطاں کے چیلے گردنِ دیں پر سوار

موتِ عیسیٰ کی شہادت دی خدا نے صاف صاف
پھر احادیثِ مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار

گر گماں صحت کا ہو پھر قابلِ تاویل ہیں
کیا حدیثوں کے لئے فرقاں پہ کر سکتے ہو وار

وہ خدا جسنے نشانوں سے مجھے تمغہ دیا
اب بھی وہ تائیدِ فرقاں کر رہا ہے بار بار

پھر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمرِ دنیا سے بھی اب ہے آ گیا ہفتم ہزار

اسکے آنے سے دیں کا ہو گیا قصہ تمام
کیا وہ تب آئیگا جب دیکھیگا اس دیں کا مزار

کشتیٔ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش
جس سے میں ہو جاؤں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار

وہ لگا دے آگ میری دل میں ملت کے لئے
شعلے پہنچیں جسکے ہر دم آسماں تک بے شمار

اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا فدا
مجھکو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار

خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانائے راز
کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے اب بے قرار

اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فرقاں کی طرف
نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار

ایک فرقاں ہے جو شک اور ریب سے وہ پاک ہے
بعد اسکے ظنِ غالب کو ہیں کرتے اختیار

پھر یہ نقلیں بھی اگر میری طرف سے پیش ہوں
تنگ ہو جائے مخالف پر مجالِ کارزار

باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار

رہِ عیسیٰ نے دی تھی محض عیسےٰ کو شفا
میری مرہم ہی شفا پائیگا ہر ملک و دیار

جھانکتے تھے نور کو وہ روزنِ دیوار سے
لیک جب در کھل گئے پھر ہو گئے شپّر شعار

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

پڑھ ہوئے دیں کے لیئے یہ لوگ مارِ آستیں
دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آزردہ یار

غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجّال ہے
پاک کو ناپاک سمجھے ہو گئے مُردار خوار

گو وہ کافر کہکے ہم سے دور تر ہیں جا پڑے
ان کے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حزین و دلفگار

ہمنے یہ مانا کہ انکے دل ہیں پتھر ہو گئے
پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار

کیسے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں ہیں ناامید
آیتِ لَا تَيْئَسُوا رکھتی ہے دل کو استوار

پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائینگے بار

جن میں آیا ہے مسیحِ وقت وہ منکر ہوئے
مر گئے تھے اس تمنا میں خواصِ ہر دیار

میں نہیں کہتا کہ میری جاں ہے سب سے پاک تر
میں نہیں کہتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں ثمار

میں نہیں رکھتا تھا اس دعوے سے اک ذرّہ خبر
کھول کر دیکھو براہیں کو کہ تا ہو اعتبار

گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ قریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

مجھ کو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں
ہو سکے تو خود بنو مہدی بحکمِ کردگار

افترا لعنت ہے اور ہر مفتری ملعون ہے
پھر لعیں وہ بھی ہے جو صادق سے رکھتا ہے نقار

تشنہ بیٹھے ہو کنارِ جوئے شیریں حیف ہے
سرزمینِ ہند میں چلتی ہے نہرِ خوشگوار

ان نشانوں کو ذرا سوچو کہ کس کے کام ہیں
کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضب دیوانہ وار

مفت میں ملزم خدا کے مت بنو اے منکرو
یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتری کا کاروبار

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تواتر سے نشاں
ایسی سرعت سے یہ شہرت ناگہاں سالونکے بعد
کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ معمولی ہے بات
مٹ گئے حیلے تمہارے ہو گئی حجت تمام
بندۂ درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے
مت کرو بک بک بہت اسکی دلونپر ہے نظر
کیسے پتھر پڑ گئے ہیں ہے تمہاری عقل پہ
ہر طرف سے پڑ رہے ہیں دینِ احمد پر تبر
کونسی آنکھیں جو اسکو دیکھ کر روتی نہیں
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
یہ مصیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک
جنگِ روحانی ہے اب اس خادم و شیطان کا
ہر نبیِ وقت نے اس جنگ کی دی تھی خبر
الحذرا شیطاں یہ مجھکو فتح دی رحمت کیساتھ
جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگِ روس اور جاپان سے
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
بسترِ راحت کہاں ان فکر کے ایام میں

کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار
کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ کردگار
جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار
اب کہو کس پر ہوئی اے منکرو لعنت کی مار
کچھ نہیں ہے فتح سے مطلب نہ دلمیں خوفِ ہار
دیکھتا ہے پاکیٔ دل کو نہ باتوں کی سنوار
دیں ہے منہ میں گرگ کے تم گرگ کے خود یار بار
کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور انکے وہ وار
کونسے دل ہیں جو اس غم سے نہیں ہیں بیقرار
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
کیا یہ شمس الدیں نہاں ہو جائیگا اب زیرِ غار
دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار
کر گئے وہ سب دعائیں با دو چشمِ اشکبار
وہ اکٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بیشمار
میں غریب اور ہے مقابل پر حریفِ نامدار
اے مری جاں کی پنہ فوجِ ملائک کو اتار
غم سے ہر دن ہو رہا ہے بدتر از شبہائے تار

لشکرِ شیطاں کی نرغہ میں جہاں ہی گھر گیا
بات مشکل ہو گئی قدرت دکھا اے میری یار

نسلِ انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے
اب ہماری ہو تری درگاہ میں یارب پکار

کیوں کرینگے وہ مدد اُن کو مدد سے کیا غرض
ہم تو کافر ہو چکے ان کی نظر میں بار بار

پر مجھے رہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے
کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار

شکر للہ میری بھی آہیں نہیں خالی گئیں
کچھ نہیں طاعوں کی صورت کچھ زلازل کے بخار

اک طرف طاعونِ خونی کھا رہا ہی ملک کو
ہو رہی ہیں صد ہزاراں آدمی اس کا شکار

دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ
جس سے اک محشر کا عالم تھا بصد شوق و پکار

ایک ہی دم میں ہزاروں اس جہاں سے چل بسے
جس قدر گھر گر گئے ان کا کروں کیونکر شمار

یا تو وہ عالی مکاں تھے زینت و زیبِ جلوس
یا ہوئی اک ڈھیر اینٹوں کا پُر از گرد و غبار

حشر جسکو کہتے ہیں اکدم میں برپا ہو گیا
ہر طرف میں مرگ کی آواز تھی اور اضطرار

دب گئی نیچے پہاڑ و نگلے گئی دیہات و شہر
مر گئے لاکھوں بشر اور ہو گئے دُنیا سے پار

اس نشاں کو دیکھ کر پھر بھی نہیں ہیں نرم دل
پس خدا جانے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار

وہ جو کہلاتے تھے صوفی کیں میں سب سے بڑھ گئے
کیا یہی عادت تھی شیخِ غزنوی کی یادگار

کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی زبدۃ الابرار ہیں
پڑتی ہی ہم پہ بھی کچھ کچھ وحیِ رحماں کی پھوہار

پر وہی نافہم ملہم اول الاعداء ہوئے
آگیا جب چرخِ بریں سے ان کو تکفیروں کا تار

سب نشاں بیکار انکے بغض کے آگے ہوئے
ہو گیا تیرِ تعصب اُنکے دل میں وار پار

دیکھتے ہرگز نہیں قدرت کو اُس ستار کی
گو سُنا دیں اُن کو وہ اپنی بجاتے ہیں ستار

صوفیا اب ہیچ ہے تیری طرح تیری ترہ
آسماں سے آگئی میری شہادت بار بار

قدرتِ حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے
یا محبت کے وہ دن تھے یا ہُوا ایسا نقار

دھو دیئے دِل سے وہ ساری صحبتِ دیرین کے رنگ
پھُول بنکر ایک مدت تک ہُوئے آخر کو خار

جسقدر نقدِ تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام
آہ کیا یہ دِل میں گزرا ہُوں ہیں اس سے دلفگار

آسماں پر شور ہے پر کچھ نہیں تُم کو خبر
دِن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار

اِک نشاں ہے آنیوالا آج سے کچھ دِن کے بعد
جس سے گردش کھائینگے دیہات و شہر و مرغزار

آئیگا قہرِ خدا سے خلق پر اِک انقلاب
اِک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار

یک بیک اِک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

اِک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر
نالیاں خُوں کی چلینگی جیسے آبِ رودبار

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کر دیگی انہیں مثلِ درختانِ چنار

ہوش اُڑ جائینگے انساں کے پرندوں کے حواس
بھُولینگے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھُولینگے ہو کر مست و بیخود راہوار

خُون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائینگے جیسے ہو شرابِ انجبار

مُضمحل ہو جائینگے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار

اِک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشاں
آسماں حملے کریگا کھینچکر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس
اِسپہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار

له تاریخ امروزہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۵ء

وحیٔ حق کی بات ہی ہو کر رہیگی بےخطا
کچھ دِنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے مُعاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار

(بُراہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ سنہ ۱۹۰۸ء)

متفرّق اشعار

نہیں محصور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا
خدا کی قدرتوں کا حصر دعوٰی ہے خدائی کا

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵ سنہ ۱۸۸۴ء)

جسنے پیدا کیا وُہی جانے
دُوسرا کیونکر اسکو پہچانے

غیر کو غیر کی خبر کیا ہو
نظر دُور کار گر کیا ہو

(سرمہ چشم آریہ صفحہ آخر)

ہم نے الفت میں تری بار اٹھایا کیا کیا
تجھ کو دِکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس مسیح کے
جس کی مماثلت کو خدا نے بتا دیا

حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

(ٹائٹل فتح اسلام سنہ ۱۸۹۱ء)

جو ہمارا تھا وُہ اب دلبر کا سارا ہو گیا — آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

شکر للّٰہ مل گیا ہم کو وُہ لعلِ بے بدل — کیا ہُوا گر قوم کا دِل سنگِ خارا ہو گیا

(ازالہ اوہام حصہ دوم صہ ۲٦۵ سنہ ۱۸۹۱ء)

اِک کرشمہ اپنی قدرت کا دِکھا — تجھ کو سب قدرت ہے اَی ربّ الوریٰ

حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام — اِک نشاں دِکھلا کہ ہو حُجت تمام

(آسمانی فیصلہ)

پیشگوئی کا انجام

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہو گا — قدرتِ حق کا عجب ایک تماشہ ہو گا

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وُہ پیدا ہو گا — کوئی پا جائیگا عزت کوئی رُسوا ہو گا

(آئینہ کمالات اسلام صہ ۲۸۱)

لوگوں کے بُغض و نسی اور کینونسی کیا ہوتا ہے — جس کا کوئی بھی نہیں اُس کا خدا ہوتا ہے

بے خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت — اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جُدا ہوتا ہے

(اشتہار معیار الاخیار بر حاشیہ سنہ ۱۸۸٦ء)

جس کی تعلیم یہ خیانت ہے — اَیسے دِین پر ہزار لعنت ہے

دوستو اِک نظر خدا کے لیئے — سید الخلق مصطفیٰؐ کے لیئے

(آریہ دھرم [illegible])

کوئی جو مُردوں کے عالم میں جاوے | وُہ خود ہو مُردہ تب وُہ راہ پاوے
کہو زندوں کا مُردوں سے ہے کیا جوڑ | یہ کیونکر ہو کوئی ہم کو بتاوے

(ایام الصلح صفحہ ۱۴۳ سنہ ۱۸۹۹ء)

کیا تضرّع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب | کِسکی یہ تعلیم ہے دِکھلاؤ تم مجکو شتاب
اَے عزیزو اسقدر کیوں ہو گئے تُم بے حیا | کلمہ گو ہو کچھ تو لازم ہے تمہیں خوفِ خدا

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۹ سنہ ۱۹۰۷ء)

مرگیا بدبخت اپنے وار سے | کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے
کُھل گئی ساری حقیقت سیف کی | کم کرو اب ناز اس مردار سے

(نزول المسیح صفحہ ۲۱۴ سنہ ۱۹۰۸ء)

الہامی کلام

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے | اس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے

(از کلام حضرت مسیح موعودؑ)

مکفّرین کا انجام

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے | کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے وہ نگوں سار ہو گئے	جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے

(بدر نومبر ۱۹۰۴ء)

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بناوے	بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے
چل رہی ہے نسیم رحمت کی	جو دعا کیجئے قبول ہے آج
دشمن کا بھی خوب وار نکلا	تس پر بھی وہ وار پار نکلا

(الحکم ص ۔ ۳۰ راپریل ۱۹۰۳ء)

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ (حقیقۃ الوحی ص۹۹)

پھر بہار آئی تو آئے ثلج کے آنیکے دن۔ (" " ص[illegible])

پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔ (" " ص۷۸)

اگرچہ جبڑھ رہی سب کچھ رہا ہے۔۔ (" " ص۸۰)

چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشاں کی پنج بار (" " ص۱۰۰)

کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں (" " ص۱۰۳)

مباش ایمن از بازی روزگار۔ مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار (" " ص۱۳۵)

یہاں سے وہ اشعار شروع ہوتے ہیں جو حضرت اقدس کی وفات کے بعد دستیاب ہوئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بد ظنی پر

اگر دل میں تمہارے شر نہیں ہے — تو پھر کیوں ظنِّ بد سے ڈر نہیں ہے
کوئی جو ظنِ بد رکھتا ہے عادت — بدی سے خود وُہ رکھتا ہے ارادت
گمانِ بد شیاطیں کا ہے پیشہ — نہ اہلِ عفّت و دیں کا ہے پیشہ
تمہارے دِل میں شیطاں دی ہی نچّے — اسی سے ہیں تمہارے کام کچّے
وہی کرتا ہے ظنِ بد بلا ریب — کہ جو رکھتا ہے پردہ میں وُہی عیب
وُہ فاسق ہے کہ جسنے رہ گنوایا — نظر بازی کو اک پیشہ بنایا
مگر عاشق کو ہرگز بد نہ کہیو — وہاں بد ظنیوں سے بچکے رہیو
اگر عشّاق کا ہو پاک دامن — یقیں سمجھو کہ ہے تریاق دامن
مگر مشکل یہی ہے درمیاں میں — کہ گُل بے خار کم ہیں بوستاں میں
تمہیں یہ بھی سُناؤں اس بیاں میں — کہ عاشق کِسکو کہتے ہیں جہاں میں
وہ عاشق ہے کہ جِسکو حسب تقدیر — محبت کے کماں سے آ لگا تیر
نہ شہوت ہے نہ ہے کچھ نفس کا جوش — ہوا الفت کے پیمانوں سے مدہوش
لگی سینے میں اُسکے آگ غم کی — نہیں اسکو خبر کچھ پیچ و خم کی

عظیم الشان زلزلہ کی زبردست پیشگوئی

یہ نشانِ زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن — یہ تو اِک لقمہ تھا جو تم کو کھلایا ہے نہار
اِک ضیافت ہے بڑی اے غافلو کچھ دن کے بعد — جسکی دیتا ہے خبر فرقاں میں رحماں بار بار
فاسقوں اور ظالموں پر وہ گھڑی دشوار ہے — جس سے قیمہ بنکے پھر دیکھینگے قیمہ کا بگھار
خوب کھل جائیگا لوگوں پہ کہ دیں کسکا ہے دیں — پاک کردینے کا تیرتھ کعبہ ہے یا ہردوار
وحیٔ حق کے ظاہری لفظوں میں ہے وہ زلزلہ — لیک ممکن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قسموں کی مار
کچھ ہی ہو پر وہ نہیں رکھتا زمانہ میں نظیر — فوق عادت ہے کہ سمجھا جائیگا روزِ شمار
یہ جو طاعوں ملک میں ہے اسکو کچھ نسبت نہیں — اس بلا سے وہ تو ہے اِک حشر کا نقش و نگار
وقت ہے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو — سُست کیوں بیٹھے ہو جیسے کوئی پیکر کو کنار
تم نہیں لوہے کے کیوں ڈرتے نہیں اس وقت سے — جس سے پڑجائیگی اِکدم میں پہاڑوں میں غبار
وہ تباہی آئیگی شہروں پہ اور دیہات پر — جسکی دُنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار
ایکدم میں غمکدہ ہو جائینگے عشرت کدہ — شادیاں جو کرتے تھے بیٹھینگے ہو کر سوگوار
وہ جو تھے اُونچے محل اور وہ جو تھے قصرِ بریں — پست ہو جائینگے جیسے پست ہو اِک جائے غار
ایک ہی گردش سے گھر ہو جائینگے مٹی کا ڈھیر — جسقدر رجانیں تلف ہونگی نہیں ان کا شمار
پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں — انکو جو جھکتے ہیں اس درگہ پہ ہو کر خاکسار

یہ خوشی کی بات ہی سب کام اسکے ہاتھ ہے
کب تک ہوگا یہ خدا کو علم ہے پر اس قدر
پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی
یاد کر فرقاں سی لفظِ زُلزِلَت زِلزالَھا
سخت ماتم کے وہ دن ہونگے مصیبت کی گھڑی
آگ ہی پر آگ ہی وہ سب سچائی جائینگے
انبیاء سی بغض بھی اے غافلو اچھا نہیں
کیوں نہیں ڈرتے خدا سی کیسی دل اندھے ہوئے
یہ نشانِ آخری ہے کام کر جائے مگر
آسمانیر ان دنوں قہرِ خدا کا جوش ہے
اس نشاں کے بعد ایماں قابلِ عزت نہیں
اس میں کیا خوبی کہ پڑ کر آگ میں پھر صاف ہو
اب تو نرمی کے گئی دن اب خدائے خشمگیں
اس گھڑی شیطاں بھی ہوگا سجدہ کرنیکو کھڑا
بے خدا اسوقت دنیا میں کوئی مامن نہیں
تم سے غائب ہی مگر میں دیکھتا ہوں ہر گھڑی
گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہی کچھ غم نہیں

وہ جو ہے دھیما غضب میں اور ہی آمرزگار
دی خبر مجھ کو کہ وہ دن ہونگے ایامِ بہار
یہ خدا کی وحی ہی اب سوچ لو اے ہوشیار
ایکدن ہوگا وہی جو غیب سی پایا قرار
لیک وہ دن ہونگے نیکو نکے لئی شیریں ثمار
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار
دور تر ہٹ جاؤ اس سی ہی یہ شیروں کی کچھار
بے خدا ہرگز نہیں بد قسمتو کوئی نہار
ورنہ اب باقی نہیں ہے تم میں امیدِ سدھار
کیا نہیں تم میں سی کوئی بھی رشید و ہونہار
ایک جامہ ہی کہ نو پوشوں کا جیسے ہو اُتار
خوش نصیبی ہو اگر اب سی کرو دل کی سنوار
کام وہ دکھلائیگا جیسے ہتھوڑے سی لوہار
دلمیں یہ رکھ کر کہ حکم سجدہ ہو پھر ایک بار
یا اگر ممکن ہو اب سے سوچ لو راہِ فرار
پھرتا ہی آنکھوں کے آگے وہ زماں وہ روزگار
تم تو خود بنتے ہو قہرِ ذوالمنن کے خواستگار

وہ خدا حلم و تفضل میں نہیں رکھتا نظیر
کیوں پھرے جاتے ہو اسکے حکم سے دیوانہ وار

میں نے روتے روتے سجدہ گاہ بھی تر کر دیا
پر نہیں ان خشک دل لوگوں کو خوف کردگار

یا الٰہی اک نشاں اپنے کرم سے پھر دکھا
گردنیں جھک جائیں جس سے اور مکذب ہوں خوار

اک کرشمہ سے دکھا اپنی وہ عظمت اے قدیر
جس سے دیکھے تیرے چہرہ کو ہر اک غفلت شعار

تیری طاقت کے جو منکر ہیں انہیں اب کچھ دکھا
پھر بدل دے گلشن و گلزار سے یہ دشت خار

زور سے جھٹکے اگر کھا دے زمیں کچھ غم نہیں
پر کسی ڈھب سے تزلزل سے ہو ملت رستگار

دین و تقویٰ گم ہوا جاتا ہے یا رب رحم کر!
بے بسی سے ہم پڑے ہیں کیا کریں کیا اختیار

میرے آنسو اس غم دلسوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویراں ہے اور دنیا کے ہیں عالی منار

دیں تو اک ناچیز ہے دنیا ہے جو کچھ چیز ہے
آنکھ میں انکی جو رکھتے ہیں زر و عز و وقار

جسطرف دیکھیں وہیں اک دہریت کا جوش ہے
دیں سے ٹھٹھا اور نمازوں روزوں سے رکھتے ہیں عار

جاہ و دولت سے یہ زہریلی ہوا پیدا ہوئی
موجب نخوت ہوئی رفعت کہ تھی اک زہر مار

ہے بلندی شان ایزد گر بشر ہووے بلند
فخر کی کچھ جا نہیں وہ ہے متاع مستعار

ایسے مغرور دونکی کثرت نے کیا دیں کو تباہ
ہے یہی غم میرے دل میں جس سے ہوں میں دلفگار

اے مرے پیارے مجھے اس سیل غم سے کر رہا
ورنہ ہو جائیگی جاں اس درد سے تجھ پر نثار

متفرق اشعار

گر وُہ جاں طلب کرتے ہیں تو جاں ہی سہی
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا

بلا سے کچھ تو نپٹ جائے فیصلہ دل کا
ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا

(الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۰۹ء)

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اَور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اَور ہی آیا ہوتا

جب سے اُے یار تجھے یار بنایا ہم نے
ہر نئے روز نیا نام رکھایا ہم نے

کیوں کوئی خلق کے طعنوں کی ہمیں دھمکی دے
یہ تو سب نقشِ دل اپنے سے مٹایا ہم نے

(منقول از دُرِ عدن)

نفسِ امّارہ تو مدلیک بغیر اسکے بشر
وہ مدارج جو ملے ان کو وُہ کیونکر پاتا

پنجابی اشعار

عشق الٰہی وَستے مُنہ پر وَلیاں ایہ نشانی
لاثانی دا جو ہے عاشق اُسدا کوئی نہ ثانی

بھری بھیڈ خدا دی راہ وچہ گھناہ کی مُشکل
جو ہن گھندے نفس دُنی نوں ایہ سچی قربانی

یاد الٰہی غافلو دل نوں پاک بناوے
جو کوئی اُسدا ہو گیا اوہ اُسدا ہتّر جانی

کیوں دیویں دل غیروں کو ہم یہ اپنی ہرگز خو نہیں
میرا دلستاں وُہی ہے ایک ہی دِل اِک ہے یہاں دو نہیں

ہر چہ باید نو عروسی را ہمہ ساماں کنم
وانچہ مطلوبِ شما باشد عطائے آں کنم

(الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء)

زود رگاہِ خدا مژدے بصد اعزاز مے آید
مبارک باد تِ ای مریم کہ عیسےٰ بازمی آید

(از کاپی حضرت مسیح موعود)

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے
ہے سرِ راہ پر تمہارے وُہ جو ہے مولیٰ کریم

(بدر ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء)

جسے تُو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔

(بدر نمبر ۶ جلد ۲)

محبتِ الٰہی کا طریق اور انجام

خدا سے وُہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

اسے دے چکے دِل و جاں بار بار
ابھی خوف دِل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دِل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

درسِ توحید

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

چھوڑنی ہوگی تجھے دنیائے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
رنج و غم یاس و الم فکر و بلا کے سامنے

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے

حاجتیں پوری کرینگے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

چاہیئے تجھ کو مٹانا قلب سے نقشِ دوئی
سر جھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے

چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایکدن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

راستی کے سامنے کب جھوٹ چلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

(۱) اسلامی اصول کی فلاسفی۔ اسلام کے محاسن اور فضائل اور کمال کو نہایت خوبی کیساتھ پیش کر کے دیگر تمام مذاہب پر مدلل طور پر افضیلت اور فوقیت ثابت کی گئی ہے۔ صفحات ۱۴۰ قیمت صرف ۲ر

(۲) سیرت النبیؐ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کی حکمت اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے حقیقی رنگ میں آپ کو اسوۂ حسنہ ثابت کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ بہترین قیمت ۱۲ر

انسان کامل۔ یہ نہایت ہی اچھوتا اور دلچسپ رسالہ ہے۔ اس میں ایک انسان پر جس قدر حالتیں وارد ہو سکتی ہیں۔ ان سب کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ کا عملی سبق پیش کر کے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اولین و آخرین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات بابرکات ہے۔ جو ہر انسان کے لئے زندگی بھر کے ہر ایک شعبہ میں رہنمائے کامل ہے۔ قیمت صرف ۲ر

قرآن کریم مترجم لفظی۔ آسان جلی قلم ترجمہ تحت اللفظ اور عام فہم کہ بچے اور مبتدی بغیر استاد ہر لفظ کا ترجمہ اور مفہوم سمجھ سکتے ہیں قیمت رعایتی ۶ر

کتاب گھر قادیان

تبلیغی پاکٹ بک

جو ہزار ہا دلائل حوالجات اور اختلافی مسائل کے فلسفیانہ منقولی و معقولی حل کا مکمل مجموعہ ہے۔ دہریت۔ عیسائیت۔ آریہ سماج۔ سکھ دھرم بابیت۔ شیعہ اور چکڑالوی مذہب کے متعلق نہایت جامع و مانع واقفیت کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں سلسلہ احمدیہ کے تمام اختلافی مسائل مثلاً وفات مسیح صداقت مسیح موعود ختم نبوت دیگر قریباً سو ڈیڑھ سو اعتراضات کا زبردست حل مدلل طور پر مہیا کیا گیا ہے۔ غرضیکہ ایک محقق انسان کے لئے تمام مذاہب کے متعلق پوری واقفیت پیدا کرنے اور بالخصوص سلسلہ احمدیہ کے متعلق کامل طور پر علم حاصل کرنیکے لئے اس پاکٹ بک سے بہتر اور کوئی رسالہ کتاب اور پاکٹ بک نہ ملیگی۔ اسکی مقبولیت عامہ کا یہ حال ہے۔ کہ پانچویں مرتبہ شائع ہونے پر صرف تین ہی ماہ کے اندر اندر آٹھ سو کے قریب فروخت ہو چکی ہے۔ اب یہ ایڈیشن بھی قریب الختم ہے۔ ضرورت مند دوست جلد منگالیں

قسم اول مجلد مع کور عہ ۱۲ قسم دوم کاغذ عہ مجلد

"تبلیغی ٹریکٹ نہایت ارزاں قیمت پر بھی کتاب گھر قادیان سے طلب کریں۔"